بسم اللہ الرحمن الرحیم

دروس التجوید

ترجمہ اُردو

دُرُوسٌ فِي تَرْتِيلِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ

تالیف

شیخ فائز عبد القادر شیخ الزَور حفظہ اللہ

ترجمہ

نفیس احمد محمد معین الدین قاسمی

مؤلف حفظہ اللہ کے مختصر حالات

آپ کا اسم گرامی فائز عبد القادر شیخ الزور ہے۔ آپ کی پیدائش ملک شام کے ایک قصبہ حماۃ میں ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔ ۱۹۵۵ء میں حلب میں واقع مدرسہ دار المعلمین الابتدائیۃ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۵ء تک حسکہ اور حماۃ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ عربی النسل ہونے کے باوجود آپ نے دورانِ تدریس ۱۹۷۲ء میں جامعہ دمشق سے عربی ادب میں تخصص کیا۔ بعد ازاں چند سالوں تک متحدہ عرب امارات اور قطر میں ابتدائی، پرائمری اور سکنڈری درجات کے مدرسوں میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ تادمِ تحریر آپ جہاں ایک طرف **وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية** قطر کے تحت قسم تحفیظ القرآن الکریم میں مُوجّہ ومشرف فنی کے عہدہ پر فائز ہیں، وہیں دوسری طرف امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ آپ انتہائی خوش اخلاق، متواضع اور کم گو ہیں۔ قرآن کریم سے خاص شغف کا واضح اثر آپ کے نورانی چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔ خود آپ کے اساتذۂ کرام نے آپ کی تعریف میں وہ بلند کلمات کہے ہیں جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے استاذ شیخ سعید عبد اللہ المحمد الشامی سے مندرجہ ذیل قراءتوں میں اجازت حاصل کی ہے۔

روایة عاصم، نافع، ابن کثیر، أبي عمرو البصري۔ آپ کے یہی استاذ فرماتے ہیں کہ:-

"میں مؤلف کو ۳۵ سالوں سے جانتا ہوں۔ آپ کو تجوید و قراءت نیز قرآن کریم کے دیگر علوم وفنون سے خاص تعلق و مناسبت ہے"۔

آپ کے اندر دینی حمیت وغیرتِ اسلامی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ آپ کی کتاب "**دروس فی ترتیل القرآن الکریم**" (جس کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے) کو اللہ تعالیٰ نے بے حد مقبولیت عطا فرمائی ہے، جو آپ کے اخلاص کا واضح ثبوت ہے۔ قسم تحفیظ القرآن الکریم کے تمام مراکز میں یہ کتاب داخلِ نصاب بھی ہے۔ بارہ سے زائد ایڈیشن اب تک شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں۔ اور اب بھی نئے ایڈیشن کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ اِس سے قبل انگریزی اور سواحلی زبانوں میں بھی کتاب کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب سے امت مسلمہ کو خوب نفع پہنچائے۔ آمین.

نفیس احمد محمد معین الدین

دوحہ۔ قطر

مقدمۂ مؤلف
حفظہ اللہ ورعاہ

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على إمام المتقين سيدنا محمد الأمين وعلىٰ آله وصحبه الطاهرين ومن تبعهم بإحسان إلىٰ يوم الدين .

أما بعد:

اس میں شک نہیں کہ علمِ تجوید افضل اور اشرف علوم میں سے ہے، کیونکہ اس کا تعلق قرآن کریم سے ہے۔ مدت سے ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جس میں تجوید کے اہم مسائل ایسے سہل انداز میں بیان کئے جائیں جو اساتذہ و تلامذہ، عوام و خواص سبھی کے لئے یکساں مفید ہوں، چنانچہ بندہ نے ایسی ہی ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کرلیا اور اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا۔ میں نے حتی الامکان سہل انداز میں سبق وار لکھنے کی کوشش کی ہے، تاکہ طلبہ کی کتابوں کے نہج کے مطابق ہو جائے، چنانچہ کتاب کی ترتیب میں مندرجہ ذیل طریقے ملحوظ رکھے گئے ہیں:-

۱. ہر سبق کے شروع میں سہل الحفظ آیت لائی گئی ہے۔
۲. اسی آیت کی مناسبت سے سبق میں تجوید کے اصول و قواعد کی تشریح کی گئی ہے۔
۳. ہر سبق کے بعد سبق کا خلاصہ ذکر کیا گیا ہے۔
۴. ہر سبق کے بعد اس کے متعلق مشقی سوالات کئے گئے ہیں۔
۵. ہر سبق کے بعد قرآن و حدیث سے ماخوذ ایک جامع نصیحت کی گئی ہے۔

میں اپنی اِس کاوش میں کسی کمال کا مدّعی نہیں، اس لئے کہ کمال تو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے، البتہ میں نے طلبہ کے لئے راستہ ہموار کرنے کی ایک کوشش کی ہے، تاکہ وہ اِس علم سے تعلق پیدا کریں، پھر اس میں گہرائی اور گیرائی حاصل کریں اور قراءت و تجوید اور علم کے حلقوں سے مربوط رہیں۔

جاننا چاہئے کہ کسی بھی علم کو کتابوں اور رسائل سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ہر علم کو اس علم کے ماہرین سے ہی حاصل کرنا ضروری ہے، لہٰذا طالب علم کو چاہیئے کہ وہ ماہر قاری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرے، ان کو پڑھ کر سنائے اور ان کے ارشادات کو سنے، تاکہ وہ اس طرح قرآن پڑھنے والا ہو جائے جیسا کہ حضرت جبریل عَلَيْهِ السَّلَامُ نے حضور ﷺ کو، اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ کو، اور صحابہؓ نے امت کو پڑھ کر بتلایا، اس لئے کہ یہ قرآن اِسی طرح نسل در نسل ہم تک پہنچا ہے اور آئندہ بھی قیامت تک اِسی طرح باقی رہے گا اس لئے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ ۝٩ ﴾ [الحجر:۹] ”ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں“۔

اخیر میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اِس حقیر سی کاوش کو اپنے لئے خالص فرما کر اپنے مخلص بندوں کو اس سے نفع پہنچا اور میرے لئے اس کو اس دن کیلئے ذخیرہ بنا جس کے بارے میں آپ نے کہا ہے: ﴿ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝٨٨ إِلَّا مَنْ أَتَى ٱللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝٨٩ ﴾ [الشعراء:۸۸ – ۸۹]

وصلى الله علىٰ نبي الرحمة وإمام المؤمنين ، والحمد لله رب العلمين .

خادمِ قرآن

(شیخ) **فائز عبد القادر شيخ الزّور** (حفظہ اللہ ورعاہ)

إجازة فى اللغة العربية وآدابها من جامعة دمشق

وإجازة فى القراءات للقرآن الكريم

عرضِ مترجم

قرآنِ کریم اللہ کا کلام اور امتِ مسلمہ کی روح ہے، سرچشمۂ ہدایت اور مکمل دستورِ حیات ہے، جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خداوندِ قدوس نے لے رکھی ہے، ہر زمانہ اور ہر دور میں اس کی خدمت کر کے سعادتمندوں نے سعادت حاصل کی ہے، چنانچہ ترجمہ و تفسیر، حفظ و کتابت، تجوید و ترتیل، تقریر و تحریر ہر طرح سے اس کی خدمت کی گئی ہے۔ میں بھی حیران تھا کہ کسی طرح اس کے خدمت گزاروں میں میرا شمار ہو جائے، میدان تو صاف تھا لیکن کم علمی مانع بنی رہی۔ اسی لئے "**دروس فی ترتیل القرآن الکریم**" کا ترجمہ کر کے سعادتمندوں کی فہرست میں شامل ہونے کا حیلہ تلاش کیا ہے کہ ؏

رحمتِ حق بہانہ می جوید

اگرچہ ترجمہ کو معیوب سمجھا جاتا ہے کہ اس سے صلاحیتوں پر برا اثر پڑتا ہے، تاہم اس کی افادیت سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

پیشِ نظر کتاب "دروس التجوید" دراصل "**دروس فی ترتیل القرآن الکریم**" کا ترجمہ ہے، جو ماہرِ تجوید و قراءت شیخ فائز عبد القادر شیخ الزَور کی تالیف ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے حسنِ ترتیب، آسان اندازِ بیان، اچھوتے اسلوبِ نگارش اور عام فہم عربی زبان کی بنیاد پر فنِّ تجوید میں بے نظیر ہے۔ تجوید کے قواعد اور اس کی مثالوں کو جس حسن وخوبی اور سہل انداز میں بیان کیا گیا ہے اس نے اس کی افادیت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

چنانچہ مؤلف حفظہ اللہ نے اپنی کتاب کو مندرجہ ذیل طریقوں پر مرتب فرمایا ہے:-

۱. کتاب کے شروع میں قرآن کریم کی تعریف اور اس کے فضائل ذکر فرمائے ہیں، نیز یہ بتلایا ہے کہ مسلمانوں کی پستی کا واحد علاج اور ان کی عزت و سربلندی کا راز صرف اور صرف قرآنِ کریم پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔

۲. سب سے پہلے سبق کی مناسبت سے سہل الحفظ آیت ذکر کرتے ہیں۔

۳. سبق کی مناسبت سے اسی آیت میں قاعدہ کا اجراء کرتے ہیں۔

۴. مثالوں کے ذریعہ سبق کی پوری وضاحت کرتے ہیں۔

۵. مستقل طور پر اصول و قواعد بیان کرتے ہیں۔

۶. ہر سبق کے بعد اس کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔

۷. خلاصہ کے بعد سبق سے متعلق مشقی سوالات کرتے ہیں۔

۸. ہر سبق کے بعد ایک قیمتی نصیحت سے نوازتے ہیں۔

۹. مزید بر آں کتاب کے اخیر میں تکبیر و تہلیل، قراآتِ عشرہ اور ان کے رواۃ، نیز ملحوظاتِ عامہ کے تحت انتہائی اہم باتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

اِس طرح یہ کتاب ذہین، غبی اور متوسط ہر قسم کے طلبہ، نیز اساتذۂ کرام کے لئے یکساں مفید ثابت ہوتی ہے۔ میرا ناقص خیال ہے کہ اگر اساتذۂ تجوید و قراءت اصل عربی کتاب کو داخلِ درس فرمالیں تو طلبہ کیلئے بے حد مفید ثابت ہوگی۔ (انشاء اللہ) اور جو لوگ عربی سے براہِ راست استفادہ نہیں کرسکتے وہ بدرجۂ مجبوری اِس ترجمہ کتاب کو پڑھ اور پڑھاسکتے ہیں۔ انشاء اللہ یہ بھی مفید ثابت ہوگی۔

اِس موقع پر میں سب سے پہلے بارگاہِ ربّ العزت میں سجدۂ شکر ادا کرنا اپنا فرضِ بندگی سمجھتا ہوں کہ اُسی کی توفیق سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ اس کے بعد سراپا ممنونِ کرم بن کر اپنے والدین کے قدموں پر شکر و سپاس کے موتی نچھاور کرتا ہوں کہ سب سے پہلے اُنہیں کے دستِ شفقت نے مجھے قلم پکڑنا سکھایا۔ ظلمت کدۂ دل و دماغ میں علم کی شمع روشن کی اور شاہراہِ علم پر گامزن ہونے کا

حوصلہ عطا کیا۔ قدم قدم پر رہنمائی کے چراغ روشن کئے۔ انگلی پکڑ کر لکھنا سکھایا اور شاہراہِ حیات پر چلنا بھی......!!

اس کے بعد میں اپنا فرضِ منصبی سمجھتا ہوں کہ اُن ہستیوں کے حضور خلوص و محبت کا نذرانہ پیش کروں جنھوں نے لکھنے پڑھنے کے ابتدائی مراحل سے لے کر تعلیم کے اختتامی مرحلہ تک میری رہنمائی و ہمت افزائی فرمائی۔ میرے حوصلوں کو ٹوٹنے اور بکھرنے سے بچایا اور مجھے خود اعتمادی کے ساتھ آگے بڑھنے کی جرأت عطا فرمائی۔ ان میں سرِ فہرست عظیم شخصیت میرے مشفق و مربّی، استاذ الاساتذہ جناب قاری خورشید اکرم صاحب قاسمی (سابق استاذِ تجوید و قراءت جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر بہار) کو فراموش نہیں کر سکتا، جن کے سایۂ تربیت و عاطفت میں فنِ تجوید و قراءت سے تعلق پیدا ہوا، جن کے تشجیعی کلمات اور دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ رہیں، جنھوں نے اپنے تلامذہ پر پوری محنت صرف کر دی۔ آج آپ کے درجنوں شاگرد دنیا کے مختلف حصوں میں قرآن کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ افسوس کہ آپ کا تدریسی سلسلہ کسی وجہ سے منقطع ہو گیا ہے اور وہ دریا جس سے طلبہ اور عوام الناس دونوں فیضیاب ہو رہے تھے اب اس کا رُخ صرف عوام الناس کی طرف ہے، لیکن آج بھی حضرت کا وجود ہم طلبہ کیلئے باعثِ صد ہزار برکت ہے۔ آپ نے جس دلجمعی، یکسوئی اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دی ہیں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ ہم طلبہ اپنے رب کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ خدایا تو اِس فیضان کو دوبارہ عام فرما دے اور ہمارے تمام اساتذۂ کرام کی عمر اور علم میں برکت عطا فرما، انہیں قوت و صحت اور دونوں جہان میں اعلیٰ مراتب عطا فرما۔

نیز میں اپنے تمام اساتذۂ کرام، بالخصوص حضرت مولانا عمید الزماں کیرانوی، حضرت مولانا راشد علی مظفر نگری اور حضرت مولانا رفیق احمد بستوی کا شکر گزار ہوں جنھوں نے ہر قدم پر رہنمائی فرمائی اور آج انہی حضرات سے استفادہ کی برکت سے یہ ترجمہ منصۂ شہود پر آسکا ہے۔

خصوصاً شکر گزار ہوں جناب مولانا عبد الرحمن فرید ندوی (مقیم دوحہ قطر) کا، جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود کتاب کی تصحیح وطباعت اور تزئین وکمپوزنگ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور نہایت دقّتِ نظر اور حسنِ تزئین سے کتاب کی طباعت مکمل فرمائی۔

نیز ممنون ہوں اپنے رفیقِ محترم مولانا اجمل قاسمی استاذِ ادب مدرسہ شاہی مراد آباد، مولانا عبد الخالق رہتاسوی، مولانا نوشاد عالم نوری سہر ساوی، مولانا شمشاد عالم سہر ساوی کا، جنھوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل میں خوب برکتیں عطا فرمائے۔

اخیر میں قارئینِ کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ کتاب کی درستگی اور اچھائی خدا کی توفیق اور اس کی مہربانی ہے اور خامی میری اور شیطان کی طرف سے ہے، لہٰذا "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" کے پیشِ نظر غلطیوں کی اصلاح فرماکر عند اللہ ماجور ہوں، اور نفع پہنچنے کی صورت میں بندۂ ناتواں کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے اخلاص وتواضع عطا فرمائے، اور فلاحِ دارین نصیب فرمائے۔ اِس کتاب کو امت کیلئے مفید سے مفیدتر بنائے اور انہیں قرآن سے مربوط ہونے کا ذریعہ بنا دے۔ آمین .

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين .

طالبِ دعا

نفیس احمد محمد معین الدین

دھنباد، صوبہ جھارکھنڈ (ہندوستان)

مقیم دوحہ، قطر

فون:- ۳۳۵۱۲۲۸۷ (۹۷۴+)

پہلا سبق

قرآن کریم کے بیان میں

اللہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرماتے ہیں:- ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ﴿٩﴾﴾ [الحجر:۹] کہ ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور فرمایا:- ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ تِبْيَٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾﴾ [النحل:۸۹] کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہر چیز کی مکمل وضاحت کیلئے اور اس میں مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ: "یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں تم سے پہلے لوگوں کے واقعات اور بعد والوں کی خبریں ہیں۔ تمہارے آپس کے جھگڑوں کو ختم کرنے والا ہے۔ ایک حقیقت ہے، مذاق نہیں۔ جو شخص تکبر کی بنا پر اس سے روگردانی کرے گا خدا اسے پارہ پارہ فرمادے گا، جو اس کے علاوہ کہیں اور ہدایت کا متلاشی ہوگا، خدا اسے سیدھی راہ سے بھٹکا دے گا۔ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے، اس کا واضح نور ہے، ذکر حکیم اور صراطِ مستقیم ہے، یہ وہ کتاب ہے جس سے خواہشیں راہِ اعتدال سے نہیں ہٹتیں، زبانوں میں الجھاؤ نہیں آتی، آراء میں اختلاف نہیں ہوتا، علماء اس سے آسودہ ہوتے ہیں، نہ اتقیاء اس سے اکتاتے ہیں، کثرتِ تلاوت سے اس میں پرانا پن نہیں آتا، اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے"۔

یہ وہ کتاب ہے کہ جب اسے جنوں نے سنا تو بے اختیار کہہ اٹھے:- ﴿إِنَّا سَمِعْنَا قُرْءَانًا عَجَبًا ﴿١﴾﴾ [الجن:۱] (ہم نے عجیب کلام سنا ہے) جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اس نے سب سے اعلیٰ و اشرف علم حاصل کیا، جو قرآن کی بات کہے گا وہ سچا ہوگا، جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ انصاف

پر مبنی ہو گا،جو اس پر عمل کرے گا عند اللہ ماجور ہو گا اور جو اس کی طرف بلائے گا سیدھے راستہ کی طرف بلائے گا۔

قرآنِ کریم کی تعریف:- قرآن وہ کلام ہے جو اللہ ﷻ کی طرف سے نبیٔ اکرم ﷺ پر اپنے الفاظ و معانی کے ساتھ جستہ جستہ نازل ہوا، تاکہ اس کی تلاوت کرکے عبادت کی جائے اور اس کا اعجاز ساری مخلوق پر ظاہر کر دیا جائے اور یہ واضح کر دیا جائے کہ اس جیسے کلام کی تخلیق انسان کی رسائی سے خارج ہے اور ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک وہ ہدایت نامہ ہے جس میں احکام و قوانین ہیں ، امثال و حکایات اور وعظ و نصیحت کی باتیں ہیں ، یہ وہ کتاب ہے جو انسان کے تصورات و خیالات ، عقائد و اعمال ، طرزِ زندگی، انفرادی، عائلی اور اجتماعی امور کیلئے واضح راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

یہ کتاب قیامت تک باقی رہنے والے پیغام کی بنیاد ہے، نیز انسانیت کی ہدایت ، فلاح و بہبود ، عدالت کو نافذ کرنے والی، عدل و انصاف اور آزادی کے لئے مومن کے کاندھوں پر ڈالی جانے والی عظیم امانت کا سرچشمہ ہے، یہ وہ کتاب ہے جس نے کفر و شرک میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی روشنی عطا کی، مخلوق کی پرستش سے نجات دلا کر خالق کی پرستش میں لگا دیا، دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعت و پہنائی عطا کی۔

قرآن ہدایت کا ایسا چراغ اور روشن دیا ہے جس کو لے کر اہل عرب اپنے محدود جزیرے سے اٹھے اور وسیع و عریض دنیا پر چھا گئے،انہوں نے امت میں ایسے جیالے پیدا کئے جنہوں نے اپنی پوری زندگی خلقِ خدا کیلئے وقف کر دی، کفر و ضلالت میں ڈوبی دنیا کو تاریکیوں سے نکال کر مشرق سے مغرب تک قرآن کا پیغام عام کر دیا۔

قرنِ اوّل کے مسلمان قرآن کو اپنے رب کا پیغام تصور کرتے ہوئے تلاوت کرتے، اس میں فکر و تدبر کرتے اور پھر پوری طرح اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

خیر القرون کے بعد یہ امت مختلف سنگین فتنوں سے دوچار ہوئی، لیکن یہ قرآن سینوں اور سفینوں میں محفوظ رہا، اقوال و افعال میں جلوہ گر ہوتا رہا، اس کی عمارت پر عظمت و جلال کا سایہ رہا، اس کا جھنڈا ہمیشہ بلند رہا، اس کی سلطنت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی رہی، اس کے دلائل اٹل رہے، سازش کرنے والوں کی سازشیں، جارحیت کرنے والوں کی جارحیت اور افترا پردازی کرنے والوں کی افترا پردازیاں اس کی عظیم چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔

دورِ حاضر میں قرآن کو سخت جنگ کا سامنا ہے جس میں ہر ممکنہ وسائل کو آزمایا جارہا ہے اور اس جنگ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کی عزت کے سرچشمہ اور ان کی شرافت و عظمت کے منبع سے دور کر دیا جائے، انہیں ان کی روشن تاریخ اور عظیم کارناموں کی علامت سے کاٹ دیا جائے۔

ایسے پُر آشوب دور میں ہمیں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہم اپنے دین پر مضبوطی سے جم جائیں، قرآن و سنت سے اپنا تعلق مضبوط کر لیں تبھی ہم اپنی کھوئی ہوئی عزت اور وقار دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اِس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہمارے پیر و جوان، عورتیں اور بچے صبح و شام اللہ کی آیات کی تلاوت کریں اور خلوت و جلوت میں برملا اس کی ہدایت کی دعوت دیں۔

ہمیں اِس بات کی شدید ضرورت ہے کہ قرآن اپنے سینوں میں اور ہتھیار اپنے ہاتھوں میں لے کر شعائرِ اسلام کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور مسلم ممالک کو دشمنوں کے نرغے سے آزاد کرائیں۔

اِس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہماری اولاد قرآن کی صحیح تلاوت کرے، اس کے احکامات پر عمل پیرا ہو جائے، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے، جیسا کہ قرنِ اوّل کے مسلمانوں نے

اس پر عمل کر کے دکھلایا اور دنیا نے دیکھا کہ کل تک جو راعی و گلّہ بان تھے وہ قوموں کے نگہبان بن گئے، جو کل تک گم نام تھے وہ تاریخ کا روشن عنوان بن گئے۔

خلاصۂ درس

قرآنِ کریم:- وہ کلام ہے جو اللہ کی طرف نبی کریم ﷺ پر اپنے الفاظ و معانی کے ساتھ جستہ جستہ نازل ہوا۔ جو ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے، جس کی تلاوت عبادت ہے۔

مشقی سوالات

۱. اِس سبق کے شروع میں آنے والی دو آیتیں کس سورۃ کی ہیں اور آیت نمبر کیا ہے؟
۲. فضائل قرآن کے سلسلہ میں مذکورہ حدیث کے پانچ جملے زبانی لکھیں؟
۳. مسلمان کیونکر اپنی کھوئی ہوئی عزت و وقار دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں؟

نصیحت

قرآن پڑھیں اسلئے کہ کل قیامت میں قرآن اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا۔

دوسرا سبق

قرآن کریم کی تلاوت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- ﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيلًا ۝٤ ﴾[المزمل:۴] (قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر اور عمدہ طریقہ پر پڑھو).

﴿ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيلًا ۝٣٢ ﴾[الفرقان:۳۲] (تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اتارا ہے) (ترجمہ از بیان القرآن حضرت مولانا اشرف علی تھانوی: ج ۲ ص ۴۸).

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:- "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُّقْرَأَ الْقُرْآنَ كَمَا أُنْزِلَ" (اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ قرآن کو اسی طرح پڑھا جائے جیسا کہ نازل کیا گیا۔)

کس قدر سعادت مندی کی بات ہوگی کہ ہم قرآن پاک کو اسی طرح پڑھیں جیسا کہ حضور ﷺ پر نازل ہوا، پھر آپؐ نے سکون و اطمینان اور خوش اسلوبی کے ساتھ صحابۂ کرام رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کو پڑھ کر بتلایا اور سکھلایا، ہر حرف کو اس کا حق دیا، چنانچہ مد و غنہ، اظہار و ادغام، تفخیم و ترقیق وغیرہ کی پوری وضاحت فرمادی۔

اور کس قدر بدنصیبی اور محرومی کی بات ہوگی کہ مسلمان اپنے پروردگار کی کتاب کو پس پشت ڈال دے اور قانونِ زندگی سے اس طرح دست بردار ہو جائے کہ کبھی اس کی تلاوت اور اس میں فکر و تدبر کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ کرے۔

قرنِ اول کے مسلمان قرآنِ کریم کی تلاوت ترتیل و تجوید کی رعایت کرتے ہوئے کیا کرتے تھے۔ چونکہ ان میں طبیعت کی سلامتی اور عربی زبان کا سلیقہ موجود تھا، لہٰذا وہ حضور ﷺ کے سکھلائے ہوئے طریقہ کے مطابق تلاوت کرتے تھے اور اپنے اسلاف سے حاصل کردہ طریقہ کی مکمل پیروی کرتے تھے۔

لیکن جب عرب و عجم کا اختلاط ہونے لگا، دنیا کے ہر خطہ سے لوگ جوق درجوق اسلام کے دامن میں پناہ لینے لگے تو علماء نے تلاوتِ قرآن کو مرتب و منظم طریقہ پر باقی رکھنے کے لئے چند اصول و قواعد منضبط فرما دیئے، تاکہ اللہ کی یہ کتاب ہر اعتبار سے محفوظ رہے اور اس میں غلطی نہ ہونے پائے۔

چنانچہ علماء نے فرمایا کہ تجوید کے احکام کا جاننا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے، یعنی اگر کچھ مسلمان احکامِ تجوید سے واقف ہوں گے تو باقی سب مسلمان گنہگار ہونے سے محفوظ رہیں گے، ورنہ سبھی گنہگار ہوں گے، البتہ تجوید کے احکام کا نفاذ یعنی تجوید کی رعایت کرتے ہوئے قرآن کی تلاوت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

محقق عالمِ دین اور ماہرِ قراءت امام جزری رَحِمَهُ ٱللَّهُ فرماتے ہیں:-

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَازِم　　　　مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ آثِم

علم تجوید کا حاصل کرنا لازم اور ضروری ہے۔ جس نے تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھا وہ گنہگار ہوگا۔

لِأَنَّــهُ بِــهِ الْإِلٰـــهُ أَنْــزَلَا　　　　وَهٰكَذَا مِنْهُ إِلَيْنَا وَصَلَا

اس لئے کہ احکم الحاکمین نے تجوید کے ساتھ ہی قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم تک اسی طرح پہنچا ہے۔

علماء تجوید و قراءت نے تلاوتِ قرآن کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں اور تینوں جائز ہیں:-

۱- ترتیل　　۲- حدر　　۳- تدویر

۱. ترتیل کی تعریف:- اطمینان و سکون کے ساتھ نہایت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور ہر حرف میں اس کے مخرج وصفات کی رعایت کرنا، نیز مد وغنہ کا خیال رکھنا۔

۲. حدر کی تعریف:- تجوید کے احکام کی رعایت کرتے ہوئے اس طرح تیزی کے ساتھ پڑھنا کہ مد اور غنہ چھوٹنے نہ پائے۔

۳. تدویر کی تعریف:- ترتیل اور حدر کے درمیان پڑھنا۔

یاد رہے کہ تلاوت کے مذکورہ بالا تینوں مراتب میں تجوید کے احکام کی رعایت ضروری ہے۔

فائدہ:- جاننا چاہئے کہ صحیح طریقے پر تلاوت کرنا قرآن پاک کے سمجھنے میں معین و مددگار ثابت ہوتا ہے، جبکہ جلدی پڑھنے سے (جس کو ھذرمہ کہتے ہیں) نہ پڑھنے والے کو آیت کا مطلب سمجھ میں آتا ہے اور نہ ہی سننے والے کو۔

خلاصۂ درس

۱. تجوید کا حکم:- تجوید کے احکام یعنی اخفاء وادغام وغیرہ کا جاننا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے، (یعنی اگر کچھ مسلمان احکامِ تجوید سے واقف ہوں گے تو باقی سب مسلمان گنہگار ہونے سے محفوظ رہیں گے، ورنہ سبھی گنہگار ہوں گے)۔ البتہ احکامِ تجوید کو نافذ کرنا یعنی احکامِ تجوید کی رعایت کرتے ہوئے قرآن کی تلاوت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۲. علمِ تجوید کا مرتبہ:- تمام علوم سے اشرف واعلیٰ ہے، کیونکہ اس کا تعلق کلام اللہ سے ہے۔

۳. مراتبِ تلاوت:- تلاوتِ صحیحہ کے تین طریقے ہیں:- (۱) ترتیل (۲) حدر (۳) تدویر۔

مشقی سوالات

۱. تجوید کے احکام کو جاننے کا کیا حکم ہے؟
۲. تجوید کے ساتھ تلاوت کرنے کا کیا حکم ہے؟
۳. تجوید کو اشرف العلوم کیوں قرار دیا گیا؟
۴. تلاوت کے کتنے مراتب ہیں اور کیا کیا؟ بالتفصیل بتائیں؟

نصیحت

تجوید کی رعایت کرتے ہوئے قرآن کی تلاوت کا اہتمام کریں۔

اس سے قرآن فہمی میں مدد ملتی ہے۔

تیسرا سبق

استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ فَإِذَا قَرَأْتَ ٱلْقُرْءَانَ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ ﴿٩٨﴾ ﴾ [النحل:٩٨]

﴿ إِنَّهُۥ مِن سُلَيْمَٰنَ وَإِنَّهُۥ بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴿٣٠﴾ ﴾ [النمل:٣٠]

جب انسان قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں ہوتا ہے۔ شیطان اس سے دور بھاگتا ہے اور قرآن سنتے ہی پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا کہ جب ہم قرآن کریم کی تلاوت کریں تو سب سے پہلے تعوّذ پڑھیں اور اللہ کی پناہ طلب کریں۔ ایسے ہی ریا و نمود سے حفاظت کی دعا مانگیں اور شیطان کے وسوسہ کی وجہ سے اجر و ثواب کے ضائع ہونے سے پناہ مانگیں۔

استعاذہ کے لئے بہت سارے کلمات اور صیغے ہیں، لیکن ان میں سے مشہور أَعُوذُ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ اور أَعُوذُ بِٱللَّهِ ٱلسَّمِيعِ ٱلْعَلِيمِ مِنَ ٱلشَّيْطَانِ ٱلرَّجِيمِ ہے۔ ان دونوں میں سے پہلا صیغہ راجح اور پسندیدہ ہے۔

استعاذہ اور بسملہ آہستہ اور بلند آواز سے پڑھنے کا حکم:- پڑھنے والا اگر آہستہ تلاوت کر رہا ہو تو استعاذہ اور بسملہ کو بھی آہستہ پڑھے اور اگر بلند آواز سے تلاوت کر رہا ہو تو ان دونوں کو بھی بلند آواز سے پڑھے، البتہ اگر قرآن کریم کے حلقہ میں سب لوگ باری باری سے تلاوت کر رہے ہوں کہ ایک شخص دو آیت پڑھے، دوسرا شخص اگلی دو آیت پڑھے تو ایسی صورت میں آہستہ سے أعوذ باللہ پڑھے، ہر ایک آدمی بلند آواز سے استعاذہ نہ کرے تاکہ تلاوت میں انقطاع نہ ہونے پائے۔

اگر قراءت کے درمیان کچھ کھالیا، یا پی لیا، یا قراءت کے منافی کوئی عمل کرلیا (گو کہ سلام کا جواب ہی دیا ہو) تو استعاذہ کو دہرانا چاہیۓ۔

ہر مہتم بالشان عمل سے پہلے ہمیں بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ پڑھنا چاہیۓ۔ اسی وجہ سے قرآن کریم کی تمام سورتوں کے شروع میں بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ لکھی ہے علاوہ سورہ براءت کے، اسلئے کہ بسم اللہ امن و امان کے لئے ہے اور اس سورۃ میں کافروں کے عہد و پیمان کو توڑنے کا بیان ہے۔

بسملہ کیا ہے؟

بسملہ ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کرنے کے لیے نازل کی گئی ہے اور بسملہ کے سورۃ النمل کے جزء ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ (امام حفص کے نزدیک بسم اللہ ہر سورۃ کا جزء ہے، چنانچہ اگر کسی نے سورۃ سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی تو وہ سورۃ ان کے نزدیک ناقص ہوگی)۔

تلاوت شروع کرنے سے پہلے أَعُوذُ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيۡطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ پھر بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ اور پھر سورۃ شروع کرنی چاہیۓ۔ شروع سورۃ میں أعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں جائز ہیں۔

١. وصلِ کل :- یعنی استعاذہ کو بسملہ سے اور ان دونوں کو شروع سورۃ سے ملا کر ایک ساتھ پڑھنا۔ (یا یہ کہا جائے کہ استعاذہ، بسملہ اور شروع سورۃ تینوں کو ایک سانس میں پڑھنا) جیسے:- ﴿أَعُوذُ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيۡطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ٢﴾.

٢. فصل کل :- استعاذہ اور بسملہ دونوں پر وقف کرنا اور شروع سورۃ کو الگ کرکے پڑھنا جیسے:- ﴿أَعُوذُ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيۡطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ ۝ بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۝ قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝﴾.

۳. وصلِ اول فصلِ ثانی :- یعنی استعاذہ کو بسملہ سے ملاکر اور شروع سورۃ کو علیحدہ کر کے پڑھنا جیسے:- ﴿أَعُوذُ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ○ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ○﴾.

۴. فصلِ اول وصلِ ثانی:- استعاذہ پر وقف کرنا اور بسملہ کو شروع سورۃ سے ملاکر پڑھنا جیسے:- ﴿أَعُوذُ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ ○ بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ○﴾.

اگر ایک سورۃ کو ختم کر کے دوسری سورۃ شروع کرنا چاہیں تو اس کی بھی وہی چار شکلیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں، جن میں سے تین صورتیں جائز ہیں اور چوتھی صورت ناجائز ہے۔

تین جائز صورتیں:-

۱. وصلِ کل :- یعنی آخری سورۃ کو بسملہ سے اور بسملہ کو نئی سورۃ سے ملاکر پڑھنا جیسے :- ﴿ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ لِإِيلَٰفِ قُرَيْشٍ ○﴾.

۲. فصلِ کل :- یعنی آخری سورۃ کو بسملہ سے اور بسملہ کو نئی سورۃ سے علیحدہ کر کے پڑھنا جیسے:- ﴿وَءَامَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ○ بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ○ أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يُكَذِّبُ بِٱلدِّينِ ○﴾.

۳. فصلِ اول وصلِ ثانی:- یعنی آخری سورت کو بسملہ سے علیحدہ کرنا اور بسملہ کو سورۃ سے ملاکر پڑھنا جیسے:- ﴿ وَيَمْنَعُونَ ٱلْمَاعُونَ ○ بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ○﴾.

۴. چوتھی صورت جو ناجائز ہے وہ ہے : ﴿وصلِ اوّل فصلِ ثانی﴾:- یعنی آخری سورۃ کو بسملہ سے ملاکر اور بسملہ کو دوسری سورۃ سے علیحدہ کر کے پڑھنا۔ یہ صورت اس لئے ناجائز ہے کہ سننے والے کو یہ گمان نہ ہونے پائے کہ بسم اللہ گذشتہ سورۃ کا جزء ہے۔

خلاصۂ درس

شروع سورۃ میں استعاذہ اور بسملہ کی چار صورتیں ہیں اور چاروں جائز ہیں :-

(۱) وصلِ کل (۲) فصلِ کل (۳) وصل اول فصلِ ثانی (۴) فصلِ اول وصلِ ثانی

اور دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کی تین صورتیں جائز ہیں :-

(۱) وصلِ کل (۲) فصلِ کل (۳) فصلِ اول وصلِ ثانی

اور چوتھی صورت :- وصل اول فصلِ ثانی ہے جو جائز نہیں ہے۔

مشقی سوالات

۱. استعاذہ کے لئے کون سا صیغہ پسندیدہ ہے؟
۲. کون سی سورۃ ایسی ہے جس میں بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہیے؟
۳. شروع سورۃ میں استعاذہ اور بسملہ کی کتنی صورتیں اور کیا کیا ہیں؟
۴. دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کی کتنی صورتیں جائز ہیں۔ ناجائز کون سی صورت ہے؟ اور کیوں؟
۵. سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کی جائز شکلوں کو تطبیق دینے کی کوشش کریں۔

نصیحت

ہر اہم کام سے قبل بسم اللہ ضرور پڑھئے۔

چوتھا سبق

حرف "لام" کی قسموں کے بیان میں

لام کی تین قسمیں ہیں:-

(۱) لامِ تعریف (۲) لامِ فعل (۳) لامِ حرف

پھر لامِ تعریف کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) لامِ شمسیہ (۲) لامِ قمریہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-﴿ اَلرَّحْمٰنُ ۝١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝٢ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝٤ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝٥ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝٦ ﴾ [الرحمن:۱ – ۶]

مذکورہ آیات میں بہت سے اسماء ہیں جو معرف باللام ہیں اور وہ یہ ہیں:- ﴿ الرَّحْمٰن – الْقُرْآن – الْإِنْسَان – الْبَيَان – الشَّمْس – الْقَمَر – النَّجْم – الشَّجر ﴾

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کلمات میں "لام" واضح ہے جیسے:- ﴿ الْقُرْآن – الْإِنْسَان – الْبَيَان – الْقَمَر ﴾ اور بعض کلمات میں لام کا بعد والے حرف میں ادغام کرکے اسے مشدد پڑھا گیا ہے جیسے:- ﴿ الرَّحْمٰن – الشَّمْس – النَّجْم – الشَّجر ﴾

چنانچہ علمائے تجوید و قراءت نے لام کے اظہار کو بتلانے کیلئے لفظ "قمر" کا انتخاب کیا اور جس لام کا اظہار ہوتا ہے اس کو "لامِ قمریہ" سے تعبیر کیا۔ اسی طرح لام کے ادغام کو بتلانے کیلئے لفظ "شمس" کا انتخاب کیا اور جس لام کا ادغام ہوتا ہے اس کو "لامِ شمسیہ" سے تعبیر کیا۔

قاعدہ:- لامِ تعریف اگر ان چودہ حروف سے پہلے آئے تو لام کا اظہار ضروری ہے اور وہ چودہ حروف یہ ہیں:-

(ء ، ب ، غ ، ح ، ج ، ك ، و ، خ ، ف ، ع ، ق ، ی ، م ، ہ) ان کو "حروف قمریہ" کہتے ہیں۔ ان کا مجموعہ اِس جملہ میں ہے۔ ﴿اِبۡغِ حَجَّكَ وَخَفۡ عَقِیۡمَہ﴾ یعنی (اپنے حج کی خوبی تلاش کرو اور اس کے غیر مقبول ہونے سے ڈرو)۔

اور لام تعریف اگر باقی چودہ حروف سے پہلے آئے تو لام کا ادغام ضروری ہے۔ اور وہ چودہ حروف یہ ہیں:-

(ط ، ث ، ص ، ر ، ت ، ض ، ذ ، ن ، د ، س ، ظ ، ز ، ش ، ل) ان کو "حروفِ شمسیہ" کہتے ہیں، جن کا مجموعہ اِس شعر کے ہر لفظ کے پہلے حرف سے بنتا ہے۔

طِبۡ ثُمَّ صِلۡ رَحِمًا تَفُزۡ ضِفۡ ذَا نِعَمۡ

دَعۡ سُوۡءَ ظَنٍّ زُرۡ شَرِیۡفًا لِلۡکَرَمۡ

جاننا چاہیے کہ لاَم قمریہ اور لاَم شمسیہ فقط اسماء پر داخل ہوتے ہیں اور اسماء کو نکرہ سے معرفہ بنا دیتے ہیں، جیسے :- قَلَمٌ (کوئی قلم) نکرہ ہے اور اَلۡقَلَمُ (خاص قلم) معرفہ ہے۔ کِتَابٌ (کوئی کتاب) نکرہ ہے اور اَلۡکِتَابُ (خاص کتاب) معرفہ ہے۔

یہاں تک لام تعریف کی بحث تھی۔

لام کی دوسری قسم :

"لامِ فعل" جیسے:- ﴿جَعَلۡنَا ، ظَلَلۡنَا، وَلۡتَکُنۡ، قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾

اور تیسری قسم: "لامِ حرف" جیسے:- "هَلۡ" ، "بَلۡ" میں لام کا اظہار ضروری ہے، لیکن دو حرف "لاَم اور راَ" اس قاعدے سے مستثنٰی ہیں، چنانچہ "لاَم اور راَ" کا ادغام ہی ضروری ہے۔

جیسے:- ﴿قُلۡ لَّوۡ﴾ ، ﴿وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا﴾

پہلی مثال میں لاَم کا ادغام لاَم میں ہوا ہے۔ یہ "ادغام متماثلین" کہلاتا ہے۔ اور دوسری مثال میں لاَم کا ادغام راَ میں ہے جو "ادغام متقاربین" کہلاتا ہے۔ جیسا کہ ادغام کی بحث میں آپ کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

خلاصۂ درس

١. لام تعریف کے بعد اگر چودہ حروف میں سے کوئی حرف آئے تو اس لام کا اظہار ضروری ہے اور اس کو "لام قمریہ" کہتے ہیں۔ وہ چودہ حروف یہ ہیں۔(اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَه).

٢. لام تعریف کے بعد اگر باقی چودہ حروف میں سے کوئی حرف آئے تو اس لام کا ادغام ضروری ہے اور اس کو "لام شمسیہ" کہتے ہیں۔

مشقی سوالات

١. لام تعریف کا اظہار کب ضروری ہے؟ اور اس لام کو کیا کہتے ہیں؟

٢. لام تعریف کا ادغام کب ضروری ہے؟ اور اس لام کو کیا کہتے ہیں ؟

٣. لام شمسیہ اور لام قمریہ میں سے ہر ایک کی پانچ پانچ مثالیں بیان کریں؟

٤. اپنی کاپی میں سورۃ الناس لکھیں اور لام قمریہ کے نیچے ایک اور لام شمسیہ کے نیچے دو لکیریں کھینچیں؟

٥. ﴿ جَعَلْنَا ﴾ میں لام کی کون سی قسم ہے؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟

نصیحت

نماز پابندی سے پڑھا کریں، اس لیے کہ وہ دین کا ستون ہے۔

پانچواں سبق
نون ساکن اور تنوین میں اظہار کا بیان

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

﴿ إِنَّآ أَعۡطَيۡنَٰكَ ٱلۡكَوۡثَرَ ١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنۡحَرۡ ٢ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلۡأَبۡتَرُ ٣ ﴾ [الکوثر: ۱ – ۳]

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

﴿ هَلۡ أَتَىٰكَ حَدِيثُ ٱلۡغَٰشِيَةِ ١ وُجُوهٞ يَوۡمَئِذٍ خَٰشِعَةٌ ٢ عَامِلَةٞ نَّاصِبَةٞ ٣ تَصۡلَىٰ نَارًا حَامِيَةٗ ٤ تُسۡقَىٰ مِنۡ عَيۡنٍ ءَانِيَةٖ ٥ ﴾ [الغاشیۃ: ۱ – ۵]

سب سے پہلے نون ساکن اور تنوین کی تعریف سمجھ لینی چاہیے:-

نون ساکن:- وہ نون ہے جو زبر، زیر اور پیش تینوں حرکتوں سے خالی ہو۔

تنوین:- وہ نون ساکن ہے جو وصل (یعنی ملا کر پڑھنے) کی صورت میں اسم کے اخیر میں آئے اور لکھنے اور وقف کی حالت میں نہ آئے، جیسے:- ﴿ رَسُولٌ، رَسُولاً، رَسُولٍ ﴾، اس میں حرفِ لؔ پر تنوین ہے۔ اسے وصل کی صورت میں ﴿ رَسُوْلُنْ، رَسُوْلَنْ، رَسُوْلِنْ ﴾ پڑھا جائے گا اور وقف کی صورت میں ﴿ رَسُوْلْ، رَسُوْلَا، رَسُوْلْ ﴾ پڑھا جائے گا، لیکن اس تنوین کو نون کے سکون کے ساتھ لکھا نہیں جائے گا۔

پہلی سورۃ مبارکہ میں ﴿ وَٱنۡحَرۡ ﴾ نون ساکن کی مثال ہے جو اپنے مخرج سے بغیر غنہ کے نکلا ہے۔ اور دوسری سورۃ میں ﴿ يَوۡمَئِذٍ خَٰشِعَةٌ، نَارًا حَامِيَةً اور اسی طرح عَيۡنٍ ءَانِيَةٍ ﴾ تنوین کی مثال ہے جو درحقیقت نون ساکن ہی ہے۔ یہ بھی اپنے مخرج سے بغیر غنہ کے ظاہر ہوا ہے۔

اظہار کے لغوی معنیٰ :- ظاہر کرنا، واضح کرنا۔

اظہار کے اصطلاحی معنیٰ :- (اظہار والے حرفوں میں) حرف کو اس کے مخرج سے بغیر غنہ کے نکالنا۔

اظہار کا قاعدہ :- نون ساکن یا تنوین کے بعد حروف حلقی میں سے کوئی حرف آئے تو اظہار ہو گا۔

حروف حلقی یہ ہیں :- ﴿ ء، ہ، ع، ح، غ، خ ﴾ جن کا مجموعہ اِن کلمات کے شروع حرف سے بنتا ہے۔

أَخِي هَـــاكَ عِلْمًـــا حَـــازَهُ غَـــيْرُ خَاسِـــرٍ

چونکہ یہ حروف حلق سے نکلتے ہیں، اس لئے ان کو "حروف حلقی" کہتے ہیں۔ اور ان کی ہی وجہ سے نون ساکن اور تنوین میں اظہار ہوتا ہے اس لئے ان کو "حروفِ اظہار" بھی کہتے ہیں۔

تنبیہ :- نون ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ حلقی اسی کلمہ میں ہو یا دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو، بہر دو صورت اظہار ہو گا۔

نون ساکن اور تنوین کی چند مثالیں :-

مثالوں کی ترتیب اس طرح ہے کہ سب سے پہلے نون ساکن کے بعد حرف حلقی اسی کلمہ میں ہے۔ دوسرے نمبر پر دوسرے کلمہ میں اور تیسرے نمبر پر تنوین کے بعد وارد ہوا ہے۔

ء	:	وَيَنْـَٔوْنَ	وَمَنْ أَعْرَضَ	كُلٌّ ءَامَنَ
ھ	:	يَنْهَوْنَ	مِنْ هَادٍ	فَرِيقًا هَدَىٰ
ع	:	أَنْعَمْتَ	مِنْ عِلْمٍ	حَكِيمٌ عَلِيمٌ
ح	:	وَٱنْحَرْ	مَنْ حَآدَّ	مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ
غ	:	فَسَيُنْغِضُونَ	مِّنْ غِلٍّ	مَّآءٍ غَيْرِ ءَاسِنٍ
خ	:	وَٱلْمُنْخَنِقَةُ	هَلْ مِنْ خَـٰلِقٍ	يَوْمَئِذٍ خَـٰشِعَةٌ

خلاصۂ درس

تنوین کی تعریف:- تنوین وہ نون ساکن ہے جو صرف ملا کر پڑھنے کی صورت میں اسم کے اخیر میں آئے، لکھنے اور وقف کی صورت میں نہ آئے۔

اظہار کے لغوی معنٰی:- ظاہر کرنا، واضح کرنا۔

اصطلاحی تعریف:- حرف کو اس کے مخرج سے بغیر غنہ کے نکالنا۔

قاعدہ:- نون ساکن اور تنوین کے بعد حروفِ حلقی میں کوئی حرف آئے تو اظہار ہو گا، حروفِ حلقی اِن کلمات کے شروع میں ہیں:-

أَخِيْ هَاكَ عِلْمًا حَازَهُ غَيْرُ خَاسِرٍ

مشقی سوالات

۱. اظہار کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

۲. نون ساکن اور تنوین میں اظہار کب ہوتا ہے؟ حروفِ اظہار کتنے ہیں؟

۳. حروفِ اظہار میں سے ہر حرف کی کم از کم تین تین ایسی مثالیں بیان کریں جو کتاب میں مذکور نہ ہوں؟

نصیحت

لوگوں کو حکمت اور اچھی باتوں کے ذریعے اللّٰہ کی طرف بلائیں۔

چھٹا سبق

نون ساکن اور تنوین میں ادغام کا بیان

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ ۝٧ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ شَرّٗا يَرَهُۥ ۝٨ ﴾ [الزلزلۃ: ۷ – ۸]

﴿ وَيۡلٞ لِّكُلِّ هُمَزَةٖ لُّمَزَةٍ ۝١ ٱلَّذِي جَمَعَ مَالٗا وَعَدَّدَهُۥ ۝٢ ﴾ [الھمزۃ: ۱ – ۲]

پہلی مثال میں ﴿ فَمَن يَعۡمَلۡ ﴾ کے نون ساکن کو یاء سے بدل کر یَعۡمَلۡ کی یاء میں ادغام کیا جائے گا اور دونوں کو ایک حرفِ مشدّد یعنی ﴿ فَمَيَّعۡمَلۡ ﴾ پڑھا جائے گا۔

ایسے ہی ﴿ خَيۡرٗا ﴾ کے تنوین کا (جو در اصل نون ساکن ہی ہے) کلمہ ﴿ يَرَهُۥ ﴾ کی یاء میں ادغام کرکے ﴿ خَيۡرَيَّرَه ﴾ پڑھا جائے گا یہی حل ﴿ شَرّٗا يَرَهُۥ ﴾ کا ہے، اور غنہ کا اثر باقی ہونے کی وجہ سے اِس ادغام کو ادغامِ ناقص کہا جائے گا۔

دوسری مثال میں ﴿ وَيۡلٞ لِّكُلِّ ﴾ اور ﴿ هُمَزَةٖ لُّمَزَةٍ ﴾ کے تنوین کا (جو در اصل نون ساکن ہی ہے) لام میں ادغام کرکے ایک حرفِ مشدّد کی طرح ﴿ وَيۡلُلِّكُلِّ ﴾ اور ﴿ هُمَزَتِلُّمَزَه ﴾ پڑھا جائے گا، اور غنہ نہ ہونے کی وجہ سے اِس ادغام کو ادغامِ تام کہا جائے گا۔

ادغام کے لغوی معنٰی:- ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا۔

ادغام کی اصطلاحی تعریف:- ساکن حرف کو متحرک حرف میں ملا کر دونوں کو ایک مشدّد حرف پڑھنا۔

ادغام کا قاعدہ:- نون ساکن یا تنوین کے بعد ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام ہو گا۔ وہ چھ حروف یہ ہیں:- (ی ، ر ، م ، ل ، و ، ن) جن کا مجموعہ (یَرْمَلُوْن) ہے۔

ادغام کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) ادغامِ ناقص　　(۲) ادغامِ کامل یا ادغامِ تام

ادغامِ ناقص کی تعریف :- وہ ادغام ہے جس میں پہلا حرف دوسرے حرف سے پورے طور پر نہ بدلے، بلکہ پہلے حرف کی بھی کوئی صفت باقی رہے۔

ادغامِ ناقص کو ناقص اِس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں پہلے حرف کی صفتِ غنہ باقی رہتی ہے۔

غنہ کی تعریف :- غنہ ایک گنگنی آواز ہے جو ناک کے بانسہ سے نکلتی ہے۔اس کی ادائیگی میں زبان کا کوئی دخل نہیں ہے۔

غنہ کی مقدار:- ایک الف، یا دو حرکت، یا کھلی انگلی کے بند کرنے اور بند انگلی کے کھولنے کے بقدر ہے۔

ادغامِ ناقص کا قاعدہ:- نون ساکن اور تنوین کے بعد(ی ، و ، م ، ن ، جن کا مجموعہ یُوْمِن ہے) میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام ناقص ہو گا۔

ادغامِ ناقص کے حروف میں سے ہر حرف کی مثال ملاحظہ فرمائیں:-

ی	:	مَن يَقُولُ	وُجُوهٌ يَوۡمَئِذٍ
و	:	مِن وَالٍ	حَسَنَةً وَقِنَا
م	:	مِّن مَّالٍ	صِرَٰطٍ مُّسۡتَقِيمٍ
ن	:	عَن نَّفۡسٍ	يَوۡمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ

ادغامِ تام کی تعریف:- وہ ادغام ہے جس میں پہلا حرف دوسرے حرف سے بالکل بدل جائے۔

ادغامِ تام کا قاعدہ:- نون ساکن اور تنوین کے بعد لؔ یا رؔ آئے تو ادغام ہو گا۔ جیسے:-

ل	:	وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ	أَندَادًا لِّيُضِلُّواْ
ر	:	مِّن رَّبِّهِمۡ	لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ

نوٹ:-

❖ یاد رکھنا چاہیئے کہ نون ساکن اور حروفِ ادغام (یَرْمَلُوْن) کا الگ الگ کلموں میں ہونا ادغام کے لئے شرط ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کردہ تمام مثالوں سے یہ بات بالکل واضح ہے۔ لیکن اگر نون ساکن اور حروفِ ادغام ایک ہی کلمہ میں جمع ہو جائیں تو ادغام نہ ہو گا، بلکہ اس صورت میں اظہار ضروری ہے۔ اور اس اظہار کو "اظہارِ مطلق" کہتے ہیں۔

❖ اظہارِ مطلق کی فقط چار مثالیں قرآن پاک میں ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر ایک سے زائد مرتبہ ہوا ہے۔ وہ چار الفاظ یہ ہیں :- ﴿ دُنۡيَا ، قِنۡوَان ، صِنۡوَان ، بُنۡيَان ﴾.

❖ دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں ادغام کے قاعدہ کے مطابق ادغام ہونا چاہیئے، لیکن ان میں اظہار ہو گا اور وہ دونوں اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ دو کلمے یہ ہیں:- ﴿ يسٓ ۝١ وَٱلۡقُرۡءَانِ ٱلۡحَكِيمِ ۝٢ ﴾ [یٰس : ۱ – ۲]، ﴿ نٓۚ وَٱلۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُونَ ۝١ ﴾ [القلم: ۱].

❖ نون مشدّد میں غنہ کا اظہار ضروری ہے۔ جیسے:- ﴿ إِنَّ ، جَهَنَّمَ ﴾.

خلاصۂ درس

ادغام کی لغوی تعریف:- ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا۔

اصطلاحی تعریف:- ساکن حرف کو متحرک حرف میں ملا کر دونوں کو ایک مشدّد حرف پڑھنا۔

ادغام کا قاعدہ :- نون ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ (یَرْمَلُوْن) میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام ہو گا۔

ادغام کی قسمیں :- دو قسمیں ہیں :- (۱) ادغام ناقص:- اس کے چار حروف ہیں جن کا مجموعہ یُوْمِن ہے۔(۲) ادغامِ تام:- اس کے دو حروف ہیں:- (ل ، ر)۔

ادغام کے لئے شرط:- یہ ہے کہ نون ساکن یا تنوین ایک کلمہ کے اخیر میں اور حرفِ ادغام دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو۔ اگر دونوں ایک ہی کلمہ میں جمع ہو جائیں تو ادغام نہ ہو گا، بلکہ اظہار ہو گا۔ جیسے:- ﴿ دُنْیَا ، قِنْوان ، صِنْوَان ، بُنْیَان ﴾.

استثناء:- دو کلمے ادغام کے قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ ان میں اظہار ہو گا ﴿ یٰسٓ ۝١ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝٢ ﴾ اور ﴿ نٓ ۚ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝١ ﴾.

مشقی سوالات

۱. ادغام کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

۲. ادغام میں غنہ ہو تو اسے ادغام ناقص اور غنہ نہ ہو تو اسے ادغامِ تام کیوں کہتے ہیں؟

۳. ادغام کے کتنے حروف ہیں؟

۴. مندرجہ ذیل مثالوں میں غور کر کے بتائیں کہ کس میں ادغام ناقص ہے اور کس میں ادغام تام؟ ﴿مَّن يَقُولُ ، مِن نَّارٍ ، قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ، هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ﴾.

۵. وہ کون سے دو کلمے ہیں جو ادغام کے قاعدے سے مستثنیٰ ہیں اور ان میں اظہار ضروری ہے؟

۶. اگر نون ساکن یا تنوین اور حرفِ ادغام ایک ہی کلمہ میں جمع ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟ اس کو مثال سے واضح کریں؟

نصیحت

روزانہ تلاوتِ قرآن کی کوئی مقدار متعین کر لیں اور اس پر پابندی سے عمل کریں۔

ساتواں سبق
نون ساکن اور تنوین میں اقلاب اور اخفاء کا بیان

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿لِلَّهِ ٱلۡأَمۡرُ مِن قَبۡلُ وَمِنۢ بَعۡدُۚ﴾ [الروم : ۴]

﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُۖ﴾ [البقرۃ : ۱۸۵]

پہلی مثال:- ﴿وَمِنۢ بَعۡدُۚ﴾ میں بؔ سے پہلے نون ساکن کو میم ساکن سے بدل کر غنہ کے ساتھ اخفاء کریں گے، لہٰذا (مِمۡ بَعۡدُ) پڑھا جائے گا۔ اِسی کو اقلاب کہتے ہیں۔

اقلاب کے لغوی معنٰی:- کسی چیز کو اس کی اصل سے پھیر دینا، ہٹا دینا۔

اقلاب کی اصطلاحی تعریف:- نون ساکن یا تنوین کو میم ساکن سے بدل کر غنہ کے ساتھ اخفاء کرکے پڑھنا۔

اقلاب کا قاعدہ:- نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر بؔ آئے تو اقلاب ہوگا، جیسے:-

﴿أَنۢبِئۡهُم، أَنۢ بُورِكَ، كُلُّ نَفۡسِۭ بِمَا كَسَبَتۡ رَهِينَةٌ﴾ کو (أَمۡبِئۡهُم، أَمۡ بُورِكَ، كُلُّ نَفۡسِمۡ بِمَا) پڑھا جائے گا۔

اخفاء کا بیان

دوسری مثال:- ﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُۖ﴾ میں ﴿فَمَن شَهِدَ﴾ اور ﴿مِنكُم﴾ میں "نون ساکن" کو ادغام اور اظہار کے درمیان اس طرح ادا کریں گے کہ غنہ باقی رہے، اس کو اصطلاح میں "اخفاء" کہا جاتا ہے۔

اخفاء کے لغوی معنٰی:- چھپانا، پوشیدہ کرنا۔

اخفاء کی اصطلاحی تعریف:- نون ساکن اور تنوین کی آواز کو ادغام اور اظہار کے درمیان اس طرح ادا کرنا کہ اس میں غنہ کی صفت باقی رہے۔

اخفاء کا قاعدہ:- نون ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ اظہار (یعنی حروفِ حلقی)، حروفِ ادغام (یعنی حروفِ یَرْمَلُوْن) اور حرفِ قلب (یعنی بؔ) کے علاوہ کوئی اور حرف آئے تو اخفاء ہو گا۔

جیسے:- ﴿ مِّن سِجِّيلٍ، نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴾ .

حروفِ اخفاءاِس شعر کے شروع کلمات میں ہیں:-

صِفْ ذَا ثَنَا كَمْ جَادَ شَخْصٌ قَدْ سَمَا

دُمْ طَيِّبًا زِدْ فِي تُقًى ضَعْ ظَالِمًا

حروفِ اخفاء کی مثالیں

پہلے کالم میں نون ساکن اور حروفِ اخفاء کے ایک ہی کلمہ میں ہونے کی مثالیں ہیں۔ دوسرے کالم میں نون ساکن اور حروفِ اخفاء دونوں الگ الگ کلمے میں ہیں، جبکہ تیسرے کالم میں تنوین اور حروفِ اخفاء کی مثالیں ہیں۔

ص	:	يَنصُرْكُم	وَلَمَن صَبَرَ	عَذَابًا صَعَدًا
ذ	:	مُّنذِرٌ	مَن ذَا ٱلَّذِى	بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ
ث	:	ٱلْأُنثَىٰ	مِن ثَمَرَةٍ	نُّطْفَةٍ ثُمَّ
ك	:	مِّنكُم	أَفَمَن كَانَ	كِتَٰبٌ كَرِيمٌ
ج	:	فَأَنجَيْنَٰهُ	مَن جَآءَ	فَصَبْرٌ جَمِيلٌ
ش	:	أَنشَأْنَٰهُنَّ	فَمَن شَهِدَ	جَبَّارًا شَقِيًّا
ق	:	يَنقَلِبْ	مِن قَبْلُ	رِّزْقًا قَالُوا۟
س	:	ٱلْإِنسَٰنِ	مِن سُلَٰلَةٍ	قِيلًا سَلَٰمًا سَلَٰمًا

د	:	عِندَهُۥ	وَمَن دَخَلَهُۥ	عَمَلاً دُونَ ذَٰلِكَ
ط	:	ٱنطَلِقُوٓاْ	مِّن طِينٍ	بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ
ز	:	أَنزَلۡنِي	فَإِن زَلَلۡتُم	نَفۡسًا زَكِيَّةَۢ
ف	:	أَنفَقۡتُم	فَإِن فَآءُو	مِّن شَيۡءٍ فَهُوَ
ت	:	كُنتُم	مِن تَحۡتِهَا	جَنَّٰتٌ تَجۡرِى
ض	:	مَّنضُودٍ	مَن ضَلَّ	قَوۡمًا ضَآلِّينَ
ظ	:	فَٱنظُرۡ	مِّن ظَهِيرٍ	ظِلاًّ ظَلِيلاً

خلاصۂ درس

اقلاب کے لغوی معنٰی :- کسی چیز کو اس کی اصل سے پھیر دینا۔

اصطلاحی تعریف :- نون ساکن یا تنوین کو میم ساکن سے بدل کر غنہ کے ساتھ اخفاء کرکے پڑھنا۔

اقلاب کا قاعدہ :- نون ساکن یا تنوین کے بعد ب آئے تو قلب ہو گا۔

اخفاء کے لغوی معنٰی :- چھپانا، پوشیدہ رکھنا۔

اصطلاحی تعریف :- نون ساکن یا تنوین کی آواز کو خیشوم میں لے جاکر غنہ کے ساتھ اس طرح ادا کرنا کہ ادغام اور اظہار کی درمیانی حالت ہو۔

اخفاء کا قاعدہ :- نون ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ حلقی، حروفِ یرملون اور ب کے علاوہ کوئی اور حرف آئے تو اخفاء ہو گا۔ اخفاء کے پندرہ حروف اِس شعر کے شروع کلمات میں ہیں:-

صِفۡ ذَا ثَنَا كَمۡ جَادَ شَخۡصٌ قَدۡ سَمَا   دُمۡ طَيِّبًا زِدۡ فِي تُقًى ضَعۡ ظَالِمَا

مشقی سوالات

۱. اقلاب کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

۲. حروفِ اقلاب کیا ہیں؟

۳. اخفاء کے کتنے حروف ہیں؟

۴. درج ذیل آیت کریمہ میں نون ساکن اور تنوین کے احکام تلاش کریں؟

﴿ مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِى كُلِّ

سُنۢبُلَةٍ مِّا۟ئَةُ حَبَّةٍ ۗ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾ ﴾ [البقرۃ:۲۶۱]

۵. اخفاء اور ادغامِ ناقص میں غنہ کی مقدار کیا ہے؟

نصیحت

اپنے والدین کی اطاعت کریں

اس لئے کہ ان کی اطاعت درحقیقت خدا کی اطاعت ہے۔

آٹھواں سبق
"میم ساکن" کے احکام کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ وَأَنِ ٱحۡكُم بَيۡنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَهُمۡ ﴾ [المائدۃ:۴۹]

﴿ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضًا ﴾ [البقرۃ:۱۰]

﴿ مَثَلُهُمۡ كَمَثَلِ ٱلَّذِي ٱسۡتَوۡقَدَ نَارًا ﴾ [البقرۃ:۱۷]

پہلی آیت :- ﴿ وَأَنِ ٱحۡكُم بَيۡنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ﴾ میں میم ساکن حرف بؔ سے پہلے ہے، لہٰذا اس کا حکم یہ ہے کہ اخفاء مع الغنہ ہو گا۔ اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اخفاء کہتے ہیں "نون ساکن یا تنوین کی آواز کو خیشوم میں لے جا کر غنہ کے ساتھ اس طرح ادا کرنا کہ ادغام اور اظہار کی درمیانی حالت ہو"۔

میم ساکن میں اخفاء کا قاعدہ:- میم ساکن کے بعد اگر بؔ آئے تو اخفاء مع الغنہ ہو گا، جیسے:-

﴿ وَهُم بِٱلۡأٓخِرَةِ ، يَعۡتَصِم بِٱللَّهِ ﴾ اور اس اخفاء کو "اخفاء شفوی" کہتے ہیں۔

دوسری آیت:- ﴿ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ ﴾ میں میم ساکن کے بعد میم متحرک ہے، لہٰذا اس کا حکم یہ ہے کہ پہلے میم کا دوسرے میم میں ادغام ہو گا۔ اور ادغام کہتے ہیں "ساکن حرف کو متحرک حرف سے ملا کر اس طرح پڑھنا کہ ایک مشدد حرف ہو جائے"۔

میم ساکن میں ادغام کا قاعدہ:- میم ساکن کے بعد میم آئے تو ادغام مع الغنہ ہو گا۔ جیسے:-

﴿ لَهُم مَّا يَشَآءُونَ ، تُنجِيكُم مِّنۡ ﴾ اور اس ادغام کو "ادغام شفوی" یا "ادغام متماثلین" کہتے ہیں۔

تیسری آیت:- ﴿ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ ٱلَّذِى ﴾ میں میم ساکن کے بعد بؔ اور مؔ کے علاوہ حرف کؔ ہے، لہٰذا اس کا حکم اظہار ہو گا۔ اور اظہار نام ہے "حرف کو اپنے مخرج سے بغیر غنہ کے نکالنے کا"۔

میم ساکن میں اظہار کا قاعدہ:- میم ساکن کے بعد بؔ اور میمؔ کے علاوہ کوئی اور حرف آئے تو اظہار ہو گا۔ جیسے:- ﴿ جَآءَكُمْ رَسُولٌ، أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ، مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ ﴾

اس اظہار کو "اظہارِ شفوی" کہتے ہیں۔

فائدہ:- اظہار شفوی کبھی ایک ہی کلمہ میں ہوتا ہے جیسے:- ﴿ أَنْعَمْتَ، تُمْسُونَ، ٱلْأَمْرُ ﴾ اور کبھی دو کلموں میں جیسے:- ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ، أَبْصَٰرِهِمْ وَيَحْفَظُوٓا۟ ﴾

تنبیہ:- میم ساکن کے بعد واؔو یا فاؔء آئے تو خوب اظہار کریں اور اخفاء کی بو نہ آنے دیں۔

جیسے:- ﴿ لَهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا خِزْىٌ ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ ﴾[المائدة:۴۱]، ﴿ لَّهُمْ دَرَجَٰتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝٤ ﴾ [الأنفال:۴]

خلاصہ یہ کہ میم ساکن کے تین احکام ہیں، جن کو شاعر نے ایک شعر میں جمع کر دیا ہے۔ اسے حفظ کر لیں۔

أَحْكَامُهَا ثَلَاثَةٌ لِمَنْ ضَبَطْ　　　إِخْفَاءٌ إِدْغَامٌ وَإِظْهَارٌ فَقَطْ

میم ساکن کے احکام کو "شفوی" اس لئے کہتے ہیں کہ میم کا مخرج شفتین (یعنی دونوں ہونٹوں کی خشکی کا حصہ ہے)۔

نوٹ:- میم مشدد میں غنہ کا اظہار ضروری ہے، جیسے:- ﴿ ثُمَّ، نِعِمَّا ﴾۔

خلاصۂ درس

میم ساکن کے تین احکام ہیں :-

۱. میم ساکن کے بعد ب آئے تو اخفاء مع الغنہ ہو گا۔

۲. میم ساکن کے بعد میم آئے تو ادغام مع الغنہ ہو گا۔

۳. میم ساکن کے بعد ب اور میم کے علاوہ کوئی حرف آئے تو اظہار ہو گا۔

مشقی سوالات

۱. میم ساکن کے کتنے احکام ہیں؟

۲. اخفاء، ادغام اور اظہار کے حروف کتنے ہیں، بالتفصیل مثالوں سے واضح کریں؟

۳. اظہار شفوی کے حروف کتنے ہیں؟

۴. میم ساکن کے احکام کو شفوی کیوں کہتے ہیں؟

۵. درج ذیل آیتِ مبارکہ میں میم ساکن کے احکام تلاش کریں؟

﴿ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَٰنٍ أَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَآ أَلَتۡنَٰهُم مِّنۡ عَمَلِهِم مِّن شَيۡءٖۚ كُلُّ ٱمۡرِيِٕۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٞ ﴿٢١﴾ وَأَمۡدَدۡنَٰهُم بِفَٰكِهَةٖ وَلَحۡمٖ مِّمَّا يَشۡتَهُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ [الطور:۲۱ – ۲۲]

نصیحت

فصیح عربی بولنے کی کوشش کریں کہ یہ شعائر اسلام میں سے ہے۔

نواں سبق

مد اور اس کی قسموں کے بیان میں (۱)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ ﴾ [الفرقان: ۲۷]

حروف مدہ تین ہیں:-

(۱) الف ساکن ما قبل مفتوح، اور اس سے پہلے ہمیشہ فتحہ یعنی زبر ہی آتا ہے۔

(۲) واو ساکن ما قبل مضموم۔ (۳) یاء ساکن ما قبل مکسور۔ یہ تینوں ﴿ نُوحِيهَا ﴾ میں جمع ہو گئے ہیں۔

مذکورہ بالا آیت میں تینوں کی مثالیں ہیں، چنانچہ ﴿ ٱلظَّالِمُ ﴾ میں الف ساکن ما قبل مفتوح، ﴿ يَقُولُ ، ٱلرَّسُولِ ﴾ میں واو ساکن ما قبل مضموم اور ﴿ يَٰلَيْتَنِى ﴾ میں ی ساکن ما قبل مکسور ہے۔

مد کے لغوی معنیٰ:- کھینچنا، لمبا کرنا۔

مد کی اصطلاحی تعریف:- حروف مدہ میں سے کسی حرف مد میں آواز کو دراز کرنا (کھینچنا)۔

مد کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) مد اصلی۔ (۲) مد فرعی۔

مدِ اصلی کی تعریف:- مدِ اصلی وہ مد ہے جس کے بغیر حرف کا وجود نا ممکن ہو، جیسے:- ﴿ قَالَ ، يَقُولُ ، قِيلَ ﴾ مد اصلی کو مد طبیعی بھی کہتے ہیں، اس لئے کہ ذوقِ سلیم رکھنے والا شخص مدِ اصلی کو اس کی مقدار سے نہ زیادہ کھینچے گا، اور نہ کم۔

مد اصلی کی مقدار:- مد اصلی کی تمام قسموں کی مقدار دو حرکت ہے، یعنی بند انگلی کے کھولنے، یا کھلی انگلی کے بند کرنے کے بقدر ہے۔

مد اصلی کی قسمیں:-

مد اصلی کی پانچ قسمیں ہیں، جن کو زمانہ کے اعتبار سے مد اصلی کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔

(۱) مد بدل:- وہ مد ہے جو حرفِ ہمزہ کے بعد آئے۔ جیسے:-﴿ ءَامَنَ ،أُوتِينَا، إِيمَـٰنًا ﴾

(۲) مدِ صله قصيرہ:- وہ ہاءِ ضمیر مکسور یا مضموم کا مد ہے جو دو حرکتوں کے درمیان آئے۔ جیسے:- ﴿ قَالَ لَهُۥ صَاحِبُهُۥ ﴾ [الكهف:۳۷]،﴿ إِنَّهُۥ بِعِبَادِهِۦ خَبِيرُۢ بَصِيرٌ ﴾ [الشورى:۲۷]

لیکن ایک جگہ ﴿ وَإِن تَشْكُرُواْ يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ ﴾ [الزمر:۷] میں مد نہیں ہو گا۔

مدِ صله قصیرہ کی دوسری تعبیر:- اگر ہاءِ ضمیر مکسور یا مضموم دو حرکتوں کے درمیان آئے تو ہاءِ ضمیر کھینچ کر پڑھی جائے گی۔ جیسے:- ﴿ قَالَ لَهُۥ صَاحِبُهُۥ ﴾، ﴿ إِنَّهُۥ بِعِبَادِهِۦ خَبِيرُۢ بَصِيرٌ ﴾، لیکن ایک جگہ ﴿ وَإِن تَشْكُرُواْ يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ ﴾ میں نہیں کھینچی جائے گی۔

اور اگر ہاءِ ضمیر سے پہلے یا بعد میں سکون ہو تو ہاءِ ضمیر کھینچ کر نہیں پڑھی جائے گی۔ جیسے:- ﴿ مَّشَوْاْ فِيهِ وَإِذَآ ﴾ [البقرة: ۲۰] ، اور ﴿ وَيُعَلِّمُهُ ٱلْكِتَـٰبَ ﴾ [آل عمران: ۴۸] مگر ﴿ فِيهِۦ مُهَانًا ﴾ [الفرقان:۶۹] میں ہاء کھینچ کر پڑھی جائے گی۔

(۳) مدِ طبيعي حرفي:- یہ ان حروفِ مقطعات کے مد ہیں جو بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ ایسے حروف پانچ ہیں، جیسا کہ آپ حروفِ مقطعات کی بحث میں پڑھیں گے۔ جیسے:- طٰهٰ (طا ھا) وغیرہ۔

(۴) مدِ عوض:- اس تنوین پر وقف کرنا جس کے عوض میں الف آئے۔ جیسے:-﴿ سبيلا ﴾

(۵) مدِ تمکین:- یاءِ متحرک سے پہلے یاءِ مدہ ہو، جیسے:- ﴿ ٱلَّذِى يُوعَدُونَ ﴾ [الزخرف: ۸۳] ، واوِ متحرک سے پہلے واوِ مدہ ہو ، جیسے:- ﴿ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ ﴾ [البقرة: ۲۵]، اور یاءِ مشدد کے بعد یاءِ مدہ ہو، جیسے:- ﴿ حُيِّيتُم ﴾ [النساء:۸۶] تو اسے مدِ تمکین کہتے ہیں۔ ان تمام قسموں میں مد کی مقدار دو حرکت ہے، جیسا کہ اوپر بتلایا جا چکا ہے۔

خلاصۂ درس

حروف مدہ تین ہیں :- (۱) الفٓ ساکن ما قبل مفتوح۔ (۲) واؤٓ ساکن ما قبل مضموم۔
(۳) یاءٓ ساکن ما قبل مکسور۔

مد کی دو قسمیں ہیں:- (۱) مد اصلی۔ (۲) مد فرعی۔

مد اصلی کی پانچ قسمیں ہیں:- (۱) مد بدل۔(۲) مد صلہ قصیرہ۔(۳) مد عوض۔
(۴) مد طبیعی حرفی۔(۵) مد تمکین۔

مشقی سوالات

۱. حروف مدہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟
۲. مد اصلی کی کتنی قسمیں ہیں۔ تمام قسموں کی تعریف کیجئے؟
۳. مد بدل، مد صلہ قصیرہ، مد عوض اور مد طبیعی حرفی میں سے ہر ایک کی کم از کم دو مثالیں لکھئے؟
۴. درج ذیل آیات میں مد کا کیا حکم ہے؟

﴿ وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ، أُوْتُمِنَ ، إِيتِ ، قَدَرِهِۦٓ إِذْ قَالُوا۟ ، الٓر ، حٰمٓ ﴾

نصیحت

دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے توشہ تیار کریں۔
اس لئے کہ دنیا ختم ہونے والی ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

دسواں سبق

مد اور اس کی قسموں کے بیان میں (۲)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿٤﴾ أُوْلَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥﴾ ﴾ [البقرۃ : ۴ – ۵]

مذکورہ آیتِ کریمہ میں ﴿بِمَآ أُنزِلَ ، وَمَآ أُنزِلَ ، أُوْلَٰٓئِكَ﴾ میں حرفِ مد کے اوپر مد کی علامت (ٓ) ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اس مدِ طبیعی سے زیادہ کھینچا جائے گا جس کا بیان پچھلے سبق میں گزر چکا ہے۔ اب اگر ہم غور کریں تو معلوم ہو گا کہ حرفِ مد کے بعد آنے والا حرف ہمزہ (أ) ہے، سو یہ مدِ فرعی کی قسموں میں سے پہلی قسم ہے۔ مدِ فرعی کی دوسری قسم وہ ہے جس میں حرفِ مد کے بعد سکون ہوتا ہے، جیسا کہ آئندہ سبق میں آپ کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

مدِ فرعی کی تعریف:- وہ مد ہے جس کو دو حرکتوں سے زیادہ کھینچا جائے اور اس میں مد کا سبب ہمزہ یا سکون ہو۔

مدِ فرعی میں اگر مد کا سبب ہمزہ ہو تو پھر دو قسمیں ہیں:-

(۱) مد واجب متصل[۱]۔ (۲) مد جائز منفصل۔

(۱) مد واجب متصل:- وہ مد ہے جس میں حرفِ مد اور ہمزہ دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں، جیسے:- ﴿أُوْلَٰٓئِكَ ، سِيٓئَتْ ، الْمَلَٰٓئِكَةُ ، تَبُوٓأَ﴾ .

---

[۱] - متصل کے معنیٰ ملا ہوا، ساتھ ساتھ۔ اور منفصل کے معنیٰ جدا، الگ الگ۔

مدِ واجب متصل کہنے کی وجہ:- واجب اس لئے کہتے ہیں کہ قراء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کو مد طبیعی سے زیادہ کھینچنا واجب ہے، اور متصل اس لئے کہتے ہیں کہ حرفِ مد اور ہمزہ دونوں ایک ہی کلمہ میں ہیں۔

مدِ واجب متصل کی مقدار:- چار یا پانچ حرکت ہے، لیکن پسندیدہ قول چار حرکت ہے۔

(۲) مد جائز منفصل:- وہ مد ہے جس میں حرفِ مد اور ہمزہ دونوں الگ الگ کلموں میں ہوں، جیسے:- ﴿ بِمَآ أُنزِلَ، قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ، إِنِّيٓ ءَامَنتُ ﴾ .

مدِ جائز منفصل کہنے کی وجہ:- جائز اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قراء کا اختلاف ہے، چنانچہ بعض قراء سے اس میں قصر منقول ہے اور بعض نے قصر اور مد دونوں کو جائز کہا ہے۔ اور منفصل اس لئے کہتے ہیں کہ حرفِ مد اور ہمزہ دونوں الگ الگ کلمے میں ہیں۔

مدِ جائز منفصل کی مقدار:- روایت حفص بطریقِ شاطبیہ میں اس کی مقدار بھی چار یا پانچ حرکت ہے، اور پسندیدہ قول اس میں بھی چار حرکت ہے۔

مدِ جائز منفصل کے ساتھ مدِ صلہ طویلہ کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

مدِ صلہ طویلہ:- وہ ہاءِ ضمیر مکسور یا مضموم ہے جو ایسے دو متحرک حرفوں کے درمیان آئے جن میں کا دوسرا حرف ہمزہ ہو، جیسے:- ﴿ إِذۡ قَالَ لَهُۥ رَبُّهُۥٓ أَسۡلِمۡۖ ﴾ [البقرة:۱۳۱] .

﴿ وَمَا قَدَرُواْ ٱللَّهَ حَقَّ قَدۡرِهِۦٓ إِذۡ قَالُواْ ﴾ [الأنعام:۹۱] .

خلاصۂ درس

مدِ فرعی کی تعریف:- وہ مد ہے جس کو دو حرکتوں سے زیادہ کھینچا جائے اور اس میں مد کا سبب ہمزہ یا سکون ہو۔
مدِ فرعی میں اگر مد کا سبب ہمزہ ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں:- (۱) مد واجب متصل۔ (۲) مد جائز منفصل۔
مد واجب متصل:- وہ مد ہے جس میں حرفِ مد اور ہمزہ دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں، جیسے:- ﴿ أُولَٰٓئِكَ ﴾
مد جائز منفصل:- وہ مد ہے جس میں حرفِ مد اور ہمزہ دونوں الگ الگ کلموں میں ہوں، جیسے:- ﴿ فِيٓ أَنفُسِكُمْ ﴾
دونوں کی مقدار:- چار یا پانچ حرکت ہے، لیکن پسندیدہ قول چار حرکت ہے۔
مدِ جائز منفصل کے ساتھ مدِ صلہ طویلہ کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔
مدِ صلہ طویلہ:- وہ ہاء ضمیر مکسور یا مضموم ہے جو ایسے دو متحرک حرفوں کے درمیان آئے جن میں کا دوسرا حرف ہمزہ ہو، جیسے:- ﴿ رَبُّهُۥٓ أَسْلِمْ ﴾

مشقی سوالات

۱. مدِ صلہ کی کتنی قسمیں ہیں۔ بالتفصیل بیان کیجئے؟
۲. مدِ واجب متصل کی تعریف کرنے کے بعد بتائیں کہ اس کو واجب متصل کیوں کہتے ہیں؟
۳. مدِ جائز منفصل کی تعریف کریں، پھر بتائیں کہ جائز منفصل کہنے کی کیا وجہ ہے؟
۴. درج ذیل آیت میں مدوں کے درمیان فرق واضح کریں، نیز اس کی وجہ بھی بتلائیں؟

﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ۚ وَقَالُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ ﴾ [البقرۃ:۲۸۵]

نصیحت

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی کوشش کریں اس لئے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ۲۷ گنا زیادہ افضل ہے۔

گیارھواں سبق

مد اور اس کی قسموں کے بیان میں (۳)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَـَٔاوَىٰ ﴿٦﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ ﴿٧﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ ﴿٨﴾ ﴾ [الضحیٰ:۶ – ۸]

﴿ الٓمٓ ﴿١﴾ تَنزِيلُ ٱلْكِتَـٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿٢﴾ ﴾ [السجدۃ:۱ – ۲]

گذشتہ سبق میں یہ بات بتائی جاچکی ہے کہ مدِ فرعی کا سبب کبھی (۱) ہمزہ ہوتا ہے اور کبھی (۲) سکون۔

پہلی قسم کی بحث مکمل ہوچکی ہے، لہٰذا اِس سبق میں اُس مدِ فرعی کو بیان کیا جائے گا جس کا سبب سکون ہو، یعنی حرفِ مد کے بعد والا حرف ساکن ہو۔

نوٹ:- یہ بات بھی ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ حرفِ مشدد نام ہے ایسے دو حرفوں کا جن میں سے پہلا حرف ساکن اور دوسرا متحرک ہوتا ہے۔

مدِ فرعی جس کا سبب سکون ہو اس کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) مدِ لازم۔ (۲) مدِ عارض۔

مدِ لازم کی تعریف:- وہ مد ہے جس میں حرفِ مد کے بعد سکون اصلی آئے۔ (یعنی وہ سکون وصل اور وقف دونوں حالتوں میں باقی رہے)۔

مدِ لازم کی مقدار:- چھ حرکت ہے، نہ زیادہ نہ کم۔

مدِلازم کی چار قسمیں ہیں:-

۱- مدِلازم کلمی مثقل۔ ۲- مدِلازم کلمی مخفف۔

۳- مدِلازم حرفی مثقل۔ ۴- مدِلازم حرفی مخفف۔

۱- مدِ لازم کلمی مثقل :- وہ مد ہے کہ کلمہ میں حرفِ مد کے بعد تشدید ہو، جیسے:-

﴿ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ، ٱلۡحَآقَّةُ ، ٱلصَّآخَّةُ ﴾.

مدِلازم کلمی مثقل کہنے کی وجہ :- لازم اس لئے کہتے ہیں کہ حرفِ مد کے بعد سکون لازم ہے (وقف اور وصل دونوں حالتوں میں)۔ مثقل اس لئے کہتے ہیں کہ حرفِ مد کے بعد تشدید ہے اور کلمی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مد قرآنِ کریم کے کلمات میں ہوتا ہے۔

۲- مدِلازم کلمی مخفف:- وہ مد ہے کہ کلمہ میں حرفِ مد کے بعد سکون اصلی ہو، اور اس کی مثال قرآن کریم میں صرف ﴿ ءَآلۡـَٰٔنَ ﴾ ہے جو سورۂ یونس میں دو مرتبہ آیا ہے۔

لازم کلمی مخفف کہنے کی وجہ:- لازم اور کلمی کہنے کی وجہ اوپر بتائی جاچکی ہے، البتہ حرفِ مد کے بعد سکون ہونے کی وجہ سے مخفف کہتے ہیں۔

۳- مدِلازم حرفی مثقل :- وہ مد ہے کہ حروفِ مقطعات میں حرفِ مد کے بعد تشدید ہو، جیسے:- ﴿ الٓمٓ ﴾ میں لامٓ کا مد۔

حرفی کہنے کی وجہ:- چونکہ یہ مد حروف مقطعات میں ہوتا ہے، کسی کلمہ میں نہیں ہوتا، اسلئے حرفی کہتے ہیں۔

۴- مدِلازم حرفی مخفف :- وہ مد ہے کہ حروفِ مقطعات میں حرفِ مد کے بعد سکون اصلی ہو، جیسے:- ﴿ قٓ ، نٓ ، صٓ ﴾

مخفف کہنے کی وجہ:- حرفِ مد کے بعد سکون ہونے کی وجہ سے اسے مخفف کہتے ہیں۔

(۲) مدِ عارض وقفی:- وہ مد ہے کہ حرفِ مد کے بعد سکون عارضی ہو، یعنی وقف کی وجہ سے ہو، جیسے:- ﴿ اَلْكِتَابْ، لِّلْمُتَّقِيْنْ، يَعْقِلُوْنْ ﴾

نوٹ:- مدِ عارض وقفی کے ساتھ مدِ لین کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

مدِ لین:- وہ واوٓ یا یاءٓ ساکن ہے جس کا ماقبل مفتوح ہو اور بعد میں آنے والے حرف پر وقف کر دیا جائے۔ جیسے:- ﴿ قُرَيْشْ، خَوْفْ ﴾

وقف کی صورت میں مدِ عارض اور مدِ لین کی مقدار:- دو، چار یا چھ حرکت ہے۔

وصل کی صورت میں مدِ عارض اور مدِ لین کی مقدار:- اگر آخری حرف ہمزہ نہ ہو تو دو حرکت ہے، اس لئے کہ وہ اس وقت مدِ طبیعی ہو گیا۔ اور مدِ طبیعی کی مقدار دو حرکت ہے، جیسا کہ آپ پچھلے سبق میں پڑھ چکے ہیں۔ اور اگر آخری حرف ہمزہ ہو تو چار یا پانچ حرکت ہے، کیونکہ وہ مدِ واجب متصل ہو گیا۔ البتہ مدِ لین کو وصل کی صورت میں بالکل نہیں کھینچا جائے گا۔

تنبیہ:-

۱. مدِ واجب متصل کا ہمزہ اگر کلمہ کے اخیر میں ہو جیسے:- ﴿ يَّشَآءُ ﴾ تو وقف کی صورت میں اس کو چار، پانچ یا چھ حرکت کھینچا جائے گا۔

۲. مدِ لازم کلمی مثقل کا تشدید اگر کلمہ کے اخیر میں ہو تو وصل و وقف بہر صورت چھ حرکت کھینچا جائے گا۔

خلاصۂ درس

مدِ فرعی جس کا سبب سکون ہو اس کی دو قسمیں ہیں:- (۱) مدلازم۔ (۲) مدعارض۔

مدِلازم کی چار قسمیں ہیں:- ۱- مدِلازم کلمی مثقل۔ ۲- مدِلازم کلمی مخفف۔

۳- مدِلازم حرفی مثقل۔ ۴- مدِلازم حرفی مخفف۔

مدِلازم کی تمام قسموں کی مقدار:- چھ حرکت ہے۔

مدِعارض وقفی:- وہ مد ہے کہ حرفِ مد کے بعد سکون عارضی ہو، یعنی وقف کی وجہ سے ہو۔

مدِعارض ہی کی طرح مدِلین ہے۔

مدِلین:- وہ واؤ یا یاء ساکن ہے جس کا ما قبل مفتوح ہو اور بعد میں آنے والے حرف پر وقف کر دیا جائے۔

دونوں کی مقدار:- دو، چار یا چھ حرکت ہے۔ (وقف کی صورت میں)۔

مشقی سوالات

۱. مدِلازم کلمی مثقل کو لازم کلمی مثقل کیوں کہتے ہیں؟

۲. مدِلازم حرفی مخفف کو لازم حرفی مخفف کیوں کہتے ہیں؟

۳. مدِلازم کلمی مخفف اور حرفی مثقل کی مثال بیان کیجئے؟

۴. درج ذیل کلمات میں مد کی کون کون سی قسم ہے؟

﴿ اَلطَّآمَّةُ ، ءَآلْـٰٔنَ ، قُرَيْشٌ ، خَوْفٌ ، اَلرَّحْمٰنُ ، الٓمّٓ ، نَشَآءُ ﴾

نصیحت

جہاں بھی رہیں اللہ سے ڈرتے رہیں، اور گناہوں کو نیکیوں سے مٹائیں۔

نیز لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔

(مد اور اسکی قسمیں)

مد : حروف مدہ میں سے کسی حرف میں آواز کو دراز کرنا. حروف مدہ ا، و، ی ہیں جنکا مجموعہ نُوحِیہا ہے۔

- **اصلی (طبعی)** وہ مد ہے جس کے بغیر حرف کا وجود نہ ہو اور اس مد کا سبب ہمزہ یا سکون نہ ہو (قال۔ یقول۔ قیل) مقدار مد دو حرکت ہے۔
  - مندرجہ ذیل پانچ قسموں کو مد اصلی کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے.
    - **بدل** حرف مد ہمزہ کے بعد ہو (امن۔ ایمانا۔ أوتی)
    - **عوض** فتحہ والی تنوین پر الف کیساتھ وقف کرنا۔ (کفاباً)
    - **صلہ صغیرہ** دو حرکتوں کے درمیان ہا ضمیر کا ہونا (مالہ یتزکّی)
    - **طبعی حرفی** اسکے حروف حیّ طھر ہیں ح، ی، ط، ھ، ر (طہ)
    - **تمکین** و، ی متحرک سے پہلے و، ی مدہ ہو، (امنوا وعملوا الذی یوسوس۔ حییتم)
- **فرعی** جس کا سبب ہمزہ یا سکون ہو
  - مقدار مد ۴، ۵ حرکت
  - **اگر سبب ہمزہ ہو**
    - **واجب متصل** حرف مد اور ہمزہ ایک ہی کلمہ میں ہو۔ جاء، جیٓ، سوء
    - **جائز منفصل** حرف مد ایک کلمہ کے اخیر میں اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو۔ (یا أیھا۔ تولوٓا إلی۔ الذی اخرج)
      - اسی کے ساتھ مد صلہ طویلہ کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ ہا ضمیر کا ایسے دو متحرک حرفوں کے درمیان ہونا جنمیں کا دوسرا ہمزہ ہو (لم یرہ احد)
  - **اگر سبب سکون ہو**
    - **مد عارض** مقدار مد (۲۔۴۔۶۔ حرکت) حرف مد کے بعد سکون وقف کی وجہ سے ہو۔ (رحیمٌ۔ نستعین۔ یعلمونْ) اسی کیساتھ مد لین کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ (قریش، بیت، خوف)
    - **مد لازم** (۶ حرکت)
      - **کلمی**
        - **مخفف** حرف مد کے بعد سکون ہو (الآن)
        - **مثقل** حرف مد کے بعد تشدید ہو (الطآمّۃ)
      - **حرفی**
        - **مخفف** حرف مد کے بعد سکون ہو (ن) نون
        - **مثقل** حرف مد کے بعد تشدید ہو (الم) لا مّیم

بارھواں سبق

مخارج کے بیان میں (۱)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾ ﴾ [آل عمران:۸۵]

﴿ ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗاۚ ﴾ [المائدۃ:۳]

صحیح طور پر تلاوت کرنے کیلئے ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا انتہائی ضروری ہے، حرف کے مخرج سے تھوڑا بھی انحراف بڑی غلطی ہے۔

کسی بھی حرف کا مخرج معلوم کرنے کا طریقہ:- یہ ہے کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا مقصود ہو تو اس کو ساکن یا مشدد کر دیں اور اس سے پہلے ہمزۂ وصل لا کر پڑھیں، جس جگہ آواز رک جائے وہی اس حرف کا مخرج ہے۔ مثال کے طور پر میم کا مخرج معلوم کرنا ہو تو کہیں گے (إِمْ یا إِمّ) سو ہم نے دیکھا کہ آواز شفتین (ہونٹ) پر رک جاتی ہے، لہٰذا دونوں ہونٹ ہی میم کا مخرج ہے۔

علمائے تجوید نے مخارج کی پانچ (۵) اہم قسمیں بیان کی ہیں، جن کے اندر سترہ (۱۷) مخارج ہیں۔ امام جزری -رَحِمَهُ ٱللَّهُ- کا شعر ہے:-

مَخَارِجُ الْحُرُوْفِ سَبْعَةَ عَشَرْ عَلَى الَّذِیْ يَخْتَارُهُ مَنِ اخْتَبَرْ

بہر حال وہ پانچ اہم مخارج یہ ہیں:-

(۱) جوف (۲) حلق (۳) لسان (زبان) (۴) شفتان (دونوں ہونٹ) (۵) خیشوم

(ا) جوف:- (یعنی حلق اور منہ کا خالی حصہ) یہ تین حرفوں کا مخرج ہے:-

(ا) الف ساکن ما قبل مفتوح۔ (۲) واؤ ساکن ما قبل مضموم۔ (۳) یاء ساکن ما قبل مکسور۔

ان تینوں حروف کو "حروفِ مدہ"، "حروفِ جوف"، "حروفِ علت" اور "حروفِ ہوائیہ" بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) حلق:- اس میں چھ حرفوں کیلئے تین مخارج ہیں۔

ا. اقصائے حلق:- یعنی حلق کا سینہ کی طرف والا حصہ۔ اس سے (ء) اور (ہ) نکلتے ہیں۔

۲. وسطِ حلق:- یعنی حلق کا درمیانی حصہ۔ اس سے (ع) اور (ح) نکلتے ہیں۔

۳. ادنائے حلق:- یعنی حلق کا منہ کی طرف والا حصہ۔ اس سے (غ) اور (خ) نکلتے ہیں۔

یہ چھ حروف بعینہٖ وہی حروفِ اظہار ہیں جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے، اور انہیں حروفِ حلقی کہا جاتا ہے۔

(بقیہ مخارج آئندہ سبق میں بیان کئے جائیں گے)

خلاصۂ درس

حروف کے بنیادی مخارج پانچ ہیں :- (۱) جوف (۲) حلق (۳) لسان (زبان) (۴) شفتان (دونوں ہونٹ) (۵) خیشوم۔

(۱) جوف:- اس سے حروفِ مدہ نکلتے ہیں۔

(۲) حلق:- اس میں چھ حرفوں کیلئے تین مخارج ہیں۔

۱. اقصائے حلق:- اس سے (ء) اور (ہ) نکلتے ہیں۔

۲. وسطِ حلق:- اس سے (ع) اور (ح) نکلتے ہیں۔

۳. ادنائے حلق:- اس سے (غ) اور (خ) نکلتے ہیں۔

مشقی سوالات

۱. بنیادی مخارج کتنے اور کیا ہیں؟

۲. تفصیلی مخارج کتنے ہیں؟

۳. حروفِ اظہار کہاں سے نکلتے ہیں؟

۴. حروفِ مدہ کا مخرج کیا ہے؟

۵. درج ذیل حروف کے مخارج بتلایئے؟

﴿ع، غ، خ، ھ ۔ لَصَادِقٌ میں اَلف کا﴾

نصیحت

ہمیشہ سچ بات کہیں اگرچہ وہ آپ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

ہمیشہ حق بات کہیں اگرچہ کڑوی ہو۔

تیرھواں سبق
مخارج کے بیان میں (۲)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ وَقُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَٰطِلُ ۚ إِنَّ ٱلْبَٰطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾ ﴾ [الإسراء:۸۱]

گذشتہ سبق میں دو بنیادی مخرجوں کو بیان کیا جاچکا ہے۔ وہ دو مخارج یہ ہیں:-

۱. جوف:- یہ حروفِ جوف یعنی حروفِ مدہ کا مخرج ہے۔

۲. حلق:- یہ حروفِ حلقی کا مخرج ہے۔ حروفِ حلقی چھ ہیں:- ﴿ ء، ھ، ع، ح، غ، خ ﴾

اِس سبق میں بقیہ مخارجِ حروف بیان کئے جائیں گے:-

۳. زبان:- اِس میں اٹھارہ حروف کیلئے دس مخارج ہیں۔

اَ) اقصائے لسان:- (یعنی زبان کا حلق سے قریب والا حصہ اور اس کے مقابل اوپر کا تالو)۔ اس سے (قٓ) نکلتا ہے۔

ب) زبان کی جڑ سے کچھ اوپر کا حصہ اور اس کے مقابل اوپر کا تالو:- اس سے (کٓ) نکلتا ہے۔ ان دونوں حروف کو حروفِ لہویہ کہتے ہیں۔ (لہاۃ کی طرف نسبت کرتے ہوئے) اور لہاۃ گوشت کا وہ ٹکڑا ہے جو زبان کے اخیر میں اوپر کی جانب لٹکا ہوا ہے۔

ج) وسطِ لسان:- (یعنی زبان کا بیچ اور اس کے مقابل اوپر کا تالو)۔ اس سے (جٓ، شٓ، یٓ غیر مدہ) نکلتے ہیں۔ ان تینوں حروف کو حروفِ شجریہ کہتے ہیں۔ (زبان کے شجر یعنی درمیانی حصہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے)۔

د) زبان کی دو کروٹوں میں سے ایک اور اس کے مقابل اوپر کے ڈاڑھوں کی جڑ:- اس سے (ضٓ) نکلتا ہے۔

ہ) ض کے مخرج کے بعد زبان کا کنارہ اور اس کے مقابل اوپر کے دانتوں کے مسوڑھے:- اس سے (لٓ) نکلتا ہے۔(ل) کا مخرج سب سے وسیع ہے۔

و) زبان کا کنارہ اور اس کے مقابل ثنایا علیا کے مسوڑھے:- اس سے (نٓ) نکلتا ہے۔

ز) زبان کا کنارہ اور کچھ زبان کی پشت جبکہ ثنایا علیا کے مسوڑھوں سے ملے:- اس سے (رٓ) نکلتی ہے۔

ح) زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ:- اس سے (دٓ، تٓ اور طٓ) نکلتے ہیں۔ان تینوں کو حروفِ نطعیہ کہتے ہیں۔

ط) زبان کی نوک اور ثنایا سفلی کا درمیانی حصہ:- اس سے (صٓ، زٓ اور سٓ) نکلتے ہیں۔ان تینوں کو حروفِ صفیر یہ کہتے ہیں۔

ي) زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کنارے:- اس سے (ذٓ، ثٓ اور ظٓ) نکلتے ہیں۔ان تینوں کو حروفِ لثویہ کہتے ہیں۔

۴. شفتان :- (دونوں ہونٹ) اس میں دو مخرج ہیں:-

اَ) زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کنارے:- اس سے (فٓ) نکلتی ہے۔

ب) دونوں ہونٹوں کو ملانے سے (مٓ اور بٓ) نکلتے ہیں۔ اور دونوں کو کھلا رکھنے سے واؤ غیر مدہ نکلتا ہے۔

۵. خیشوم:- ناک کے بانسہ کو کہتے ہیں۔ اس سے غنہ کے حروف نکلتے ہیں، اور غنہ کے حروف یہ ہیں:-

۱. نون مشدد۔
۲. میم مشدد۔
۳. نون ساکن اور تنوین ادغام ناقص کی صورت میں۔
۴. نون ساکن اور تنوین اقلاب کی صورت میں۔
۵. نون ساکن اور تنوین اخفاء کی صورت میں۔
۶. میم ساکن ادغام کی صورت میں۔
۷. میم ساکن اخفاء شفوی کی صورت میں۔

خلاصۂ درس

اِس سبق کو اور گذشتہ سبق کو خوب اچھی طرح سے پڑھ کر تمام بنیادی اور تفصیلی مخارج کو زبانی یاد کر لیجئے۔

مشقی سوالات

۱. غنہ کے حروف کیا ہیں۔ ہر ایک کی مثال بیان کریں؟
۲. حروف نطعیہ کن حروف کو کہا جاتا ہے اور ان کا مخرج کیا ہے؟
۳. ض کا مخرج کیا ہے؟
۴. درج ذیل آیتِ کریمہ میں تمام حرفوں کا مخرج بتائیں؟

﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝١ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ ۝٢﴾

نصیحت

اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی پسند کریں جو آپ اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔

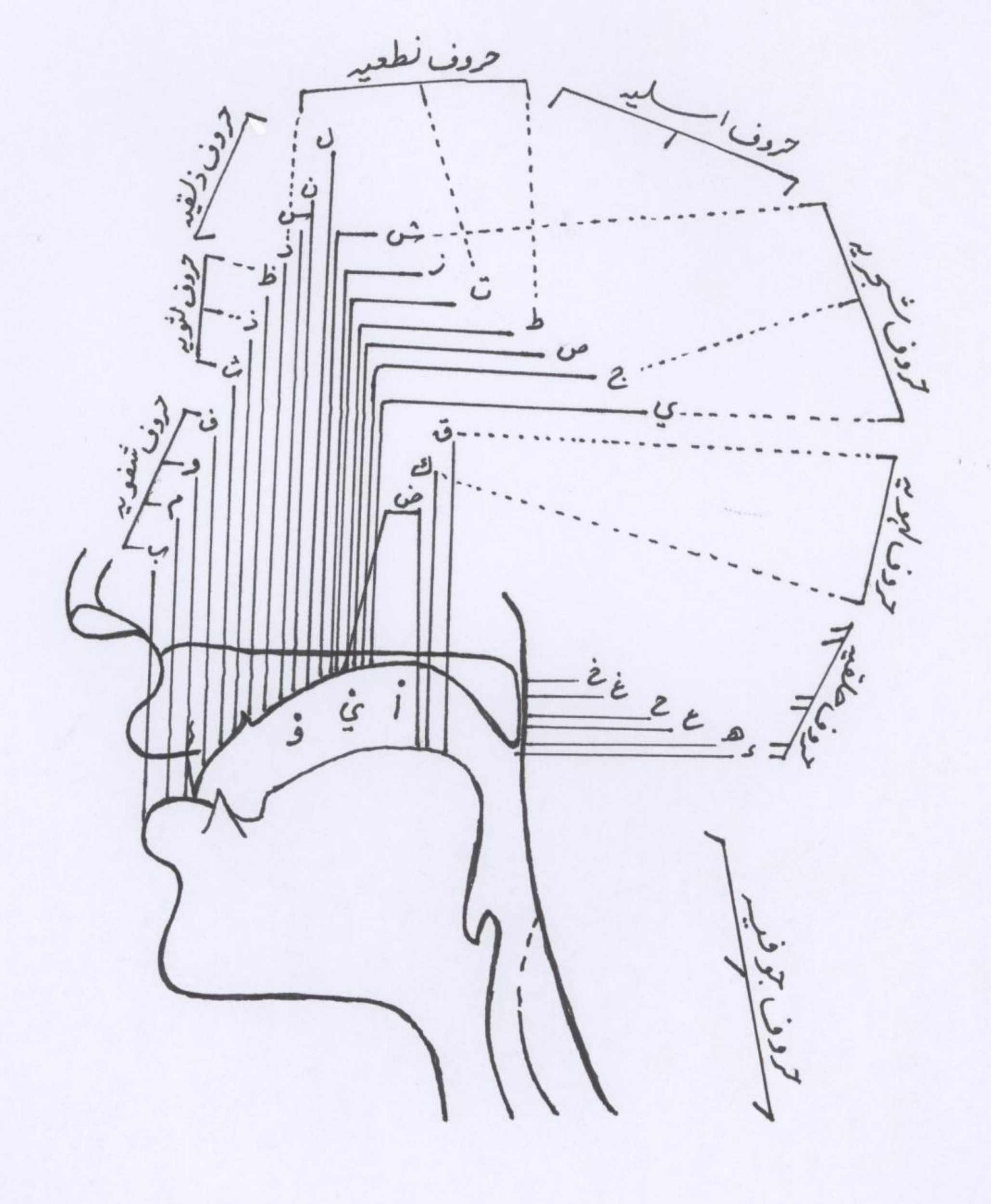

منہ اور حلق کا اندرونی ڈھانچہ جس سے تمام حروف کے القاب اور ان کے مخارج کی وضاحت ہوتی ہے۔

چودھواں سبق
حروف کی صفات کے بیان میں (۱)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝٤ ﴾ [القلم:۴]

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝١٢٨ ﴾ [التوبۃ: ۱۲۸]

صفت کی تعریف:- جس طرح ہر حرف کا ایک مخرج ہوتا ہے اسی طرح حرف کی ایک کیفیت و حالت بھی ہوا کرتی ہے جس کی وجہ سے وہ حرف اپنے ہم مخرج حروف سے ممتاز ہوتا ہے، اسی کیفیت و حالت کو **صفتِ حرف** کہا جاتا ہے۔

صفات کی قسمیں:-

صفات کی دو قسمیں ہیں:- (۱) صفاتِ متضادہ (۲) صفاتِ غیر متضادہ

اِس سبق میں صفات متضادہ کو بیان کیا جائے گا۔

صفاتِ متضادہ کی تعداد:-

صفاتِ متضادہ کل دس(۱۰) ہیں، جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ہر حرف کا اُن دس صفات میں سے پانچ صفتوں کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے، کیونکہ حرف میں یا تو یہ صفت ہوگی یا اُس کی ضد۔

۱. **ہمس:-** کے لغوی معنیٰ پست آواز کے ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ:- ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز کا مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرنا کہ سانس جاری رہے۔ ہمس کے حروف دس(۱۰) ہیں، جن کا مجموعہ ﴿ فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتَ ﴾ ہے۔

۲. جہر:- کے لغوی معنیٰ بلند آواز کے ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ:- ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز کا مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرنا کہ سانس بند ہو جائے، یہ ہمس کی ضد ہے۔ ہمس کے علاوہ بقیہ حروف جہر کے ہیں۔

۳. شدت:- کے لغوی معنیٰ سختی کے ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ:- ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز کا مخرج میں ایسی سختی کے ساتھ ٹھہرنا کہ آواز بند ہو جائے۔ اس کے آٹھ (۸) حروف ہیں، جن کا مجموعہ ﴿أَجِدُ قَطٍ بَكَتْ﴾ ہے۔

۴. رخوت:- کے لغوی معنیٰ نرمی کے ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ:- ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز کا مخرج میں ایسی نرمی کے ساتھ ٹھہرنا کہ آواز جاری رہے۔ شدت اور توسط کے علاوہ بقیہ حروف رخوت کے ہیں۔ (توسط کا بیان ابھی آتا ہے)۔

توسط:- کچھ حروف ایسے ہیں جو شدت اور رخوت کے درمیان ہیں۔ ان کو حروفِ متوسطہ کہا جاتا ہے۔ اس کے پانچ (۵) حروف ہیں، جن کا مجموعہ ﴿لِنْ عُمَرْ﴾ ہے۔

۵. استعلاء:- کے لغوی معنیٰ بلندی کے ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ:- ان حروف کے ادا کرتے وقت زبان کا اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جانا۔ استعلاء کے سات (۷) حروف ہیں، جن کا مجموعہ ﴿خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ﴾ ہے۔

۶. استفال:- کے لغوی معنیٰ نیچے رہنے کے ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ:- ان حروف کے ادا کرتے وقت زبان کا اوپر کے تالو کی طرف نہ اٹھنا، بلکہ نچلے حصہ کی طرف جھک جانا۔ استعلاء کے علاوہ باقی حروف استفال کے ہیں۔

۷. اطباق:- کے لغوی معنیٰ ملنا اور چمٹنا۔

اصطلاحی معنیٰ:- ان حروف کے ادا کرتے وقت زبان کا اوپر کے تالو سے مل جانا۔ اطباق کے چار (۴) حروف ہیں:- ﴿ص، ض، ط، ظ﴾

۸. انفتاح:- کے لغوی معنیٰ الگ ہونا، کھُلنا، دور ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ:- ان حروف کے ادا کرتے وقت زبان کے اکثر حصہ کا اوپر کے تالو سے جدا رہنا۔ اطباق کے علاوہ باقی حروف انفتاح کے ہیں۔

۹. اذلاق:- کے لغوی معنیٰ فصاحت و تیزی، نیز زبان پر حرف کی ادائیگی کا دشوار نہ ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ:- ان حروف کا زبان اور ہونٹ کے کنارے سے بہ آسانی ادا ہو جانا۔ اذلاق کے چھ (۶) حروف ہیں، جن کا مجموعہ ﴿فِرَّ مِنۡ لُبِّ﴾ ہے۔

۱۰. اِصمات:- کے لغوی معنیٰ منع کرنا، خاموش کرنا۔

اصطلاحی معنیٰ:- حرف کی ادائیگی کا دشوار ہونا۔ اذلاق کے علاوہ باقی حروف اصمات کے ہیں، جن کو حروفِ مصمتہ کہا جاتا ہے۔

مصمتہ کہنے کی وجہ:- چونکہ کوئی بھی رباعی یا خماسی کلمہ حروفِ اذلاق کے بغیر عربی کلمہ نہیں ہو سکتا، اس لئے اس کا نام اصمات رکھا گیا، گویا یہ رباعی یا خماسی کلمہ کو عربی ہونے سے منع کرتا ہے، یہاں تک کہ اس میں حروفِ اذلاق میں سے کوئی حرف آ جائے اور یہ اس بنا پر ہے تاکہ حروفِ اصمات کی ثقالت حروفِ اذلاق کی خفت و ہلکے پن سے ختم ہو جائے۔

خلاصۂ درس

صفاتِ متضادہ دس ہیں :-

۱. ہمس:- اس کے حروف ﴿ فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتَ ﴾ ہیں۔

۲. جہر:- ہمس کے علاوہ بقیہ حروف جہر کے ہیں۔

۳. شدت :- اس کے حروف ﴿ أَجِدُ قَطٍ بَكَتْ ﴾ ہیں۔

۴. توسط :- اس کے حروف ﴿ لِنْ عُمَرْ ﴾ ہیں۔اور باقی حروف رخوت کے ہیں۔

۵. استعلاء:- اس کے حروف ﴿ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ ﴾ ہیں۔

۶. استفال:-حروفِ استعلاء کے علاوہ باقی حروف استفال کے ہیں۔

۷. اطباق:- اس کے حروف ﴿ ص، ض، ط، ظ ﴾ ہیں۔

۸. انفتاح:-حروفِ اطباق کے علاوہ باقی حروف انفتاح کے ہیں۔

۹. اذلاق:- اس کے حروف ﴿ فِرَّ مِنْ لُبِّ ﴾ ہیں۔

۱۰. اصمات:-حروفِ اذلاق کے علاوہ باقی حروف اصمات کے ہیں۔

مشقی سوالات

۱. ہمس کے کتنے اور کون کون سے حروف ہیں؟

۲. شدت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کیا ہے؟اس کے حروف کیا ہیں ؟

۳. حروفِ متوسطہ کیا ہیں؟

۴. مندرجہ ذیل حروف کے مخارج اور صفات بتائیں؟﴿ ب، ص، ض، ع، ط، ج، أ، ن ﴾

نصیحت

قرآن کا مطالبہ ہے کہ آپ ایک دلیر، غیور اور بہادر انسان بنیں اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کریں۔

پندرہواں سبق
حروف کی صفات کے بیان میں (۲)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ لِإِيلَٰفِ قُرَيۡشٍ ۝١ إِۦلَٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ ٱلشِّتَآءِ وَٱلصَّيۡفِ ۝٢ فَلۡيَعۡبُدُواْ رَبَّ هَٰذَا ٱلۡبَيۡتِ ۝٣ ٱلَّذِيٓ أَطۡعَمَهُم مِّن جُوعٖ وَءَامَنَهُم مِّنۡ خَوۡفِۭ ۝٤ ﴾ [قریش:۱ – ۴]

اس سے قبل آپ پڑھ چکے ہیں کہ صفاتِ متضادہ میں سے پانچ صفتوں کا ہر حرف میں پایا جانا ضروری ہے۔ اس کے برخلاف یہاں سات صفاتِ غیر متضادہ ہیں جن کی کوئی ضد صفت نہیں آتی اور یہ چند حرفوں میں ہی پائی جاتی ہیں:-

۱. **صفیر:-** لغت میں جانوروں کو لگائی جانے والی آواز کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی معنٰی:- ان حروف کے ادا کرتے وقت ہونٹوں سے تیز آواز کا نکلنا۔ صفیر کے تین (۳) حروف ہیں:- ﴿ص، س، ز﴾

۲. **قلقلہ:-** کے لغوی معنٰی حرکت دینا۔

اصطلاحی معنٰی:- ان حروف کے ادا کرتے وقت مخرج میں دباؤ کی وجہ سے زائد آواز کا پیدا ہونا۔

قلقلہ کہنے کی وجہ:- ان حروف کے ادا کرتے وقت زبان میں حرکت ہوتی ہے اس وجہ سے انہیں حروف قلقلہ کہا جاتا ہے۔ قلقلہ کے حروف (۵) ہیں ، جن کا مجموعہ :- ﴿قُطُبُ جَدٍّ﴾ ہے۔

قلقلہ کی قسمیں:- قلقلہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قلقلہ صغریٰ (۲) قلقلہ کبریٰ

قلقلہ صغریٰ:- اگر حروف قلقلہ درمیان کلمہ میں ساکن ہوں تو قلقہ صغریٰ ہو گا، یعنی قلقلہ کم ہو گا، جیسے:- ﴿ یَبْدَأُ، یَقْتُلُوْنَ ﴾

قلقلہ کبریٰ:- اگر حروفِ قلقلہ اخیر کلمہ میں ساکن ہوں تو قلقلہ کبریٰ ہو گا، یعنی قلقلہ زیادہ ہو گا، جیسے:- ﴿ عَذَابٌ، عَلَقٌ ﴾

۳. لین:- کے لغوی معنیٰ نرمی کے ہیں۔(سختی کی ضد)۔

اصطلاحی معنٰی:- وہ واؔو اور یاؔء ساکن جن کا ماقبل مفتوح ہو اور بعد والے حرف کو ساکن کر کے وقف کیا گیاہو، جیسے:- ﴿ صَیْفُ، خَوْفُ ﴾

لین کہنے کی وجہ:- یہ دونوں حروف زبان پر سہولت اور آسانی کے ساتھ جاری ہو جاتے ہیں اس لئے ان کو حروفِ لین کہا جاتا ہے۔

۴. انحراف:-کے لغوی معنٰی مائل ہونا۔

اصطلاحی معنٰی:- حرف کا اپنے مخرج سے نکلنے کے بعد زبان کے کنارہ کی طرف مائل ہونا۔

انحراف کے دو حروف ہیں:-﴿ ل، ر ﴾

انحراف کہنے کی وجہ:- یہ دونوں حروف اپنے مخرج سے ہٹ کر دوسرے مخرج تک پہنچ جاتے ہیں اسلئے ان کی اِس صفت کو انحراف کہا جاتا ہے۔

۵. تکریر:-کے لغوی معنٰی ایک یازیادہ مرتبہ لوٹانا۔

اصطلاحی معنٰی:- حرف کو ادا کرتے وقت زبان میں رعشہ اور لرزہ طاری ہونا۔ تکریر کا صرف ایک حرف ﴿ ر ﴾ ہے۔اس صفت کامطلب یہ ہے کہ رعشہ سے بچاجائے،نہ کہ رعشہ پیدا کیا جائے، اس لئے کہ جب جب زبان میں رعشہ پیدا ہو گا تو ہر مرتبہ راءؔ نکلے گی، جبکہ ایک راءؔ سے زیادہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔

رعشہ سے بچنے کا طریقہ:-زبان کی پشت کو اوپر کے تالو سے پوری مضبوطی سے ملا کر راء کا تلفظ کیا جائے۔

٦. تفشی:-کے لغوی معنیٰ پھیلنا۔

اصطلاحی معنیٰ:- حرف کو ادا کرتے وقت منہ میں ہوا کا پھیلنا۔ تفشی کا صرف ایک حرف ﴿ ش ﴾ ہے۔

تفشی کہنے کی وجہ:- ش کو ادا کرتے وقت منہ میں ہوا پھیل جاتی ہے، اس لئے اس کو حرفِ تفشی کہتے ہیں۔

٧. استطالت:-کے لغوی معنیٰ دراز ہونا، لمبا ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ:- حرف کو ادا کرتے وقت آواز کا شروع زبان سے اخیر زبان تک دراز ہو جانا۔ استطالت کا صرف ایک حرف ﴿ ض ﴾ ہے۔

صفاتِ متضادہ اور غیر متضادہ کی پوری بحث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حرف میں صفاتِ متضادہ میں سے پانچ صفتوں کا پایا جانا ضروری ہے، پھر صفاتِ غیر متضادہ میں سے کبھی ایک یا دو صفت پائی جائے گی اور کبھی کوئی صفت بھی نہ پائی جائے گی۔ ذیل کے نقشہ سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔

حروف	صفات متضادہ										صفات غیر متضادہ							کل صفات
	ہمس	جہر	شدت	توسط اور رخوت	استعلاء	استفال	اطباق	انفتاح	اذلاق	اصمات	صفیر	قلقلہ	لین	انحراف	تکریر	تفشی	استطالت	
أ		☆	☆			☆		☆		☆								٥
ب		☆	☆			☆		☆	☆			☆						٦
ت	☆		☆			☆		☆		☆								٥
ث	☆			☆		☆		☆		☆								٥
ج		☆	☆			☆		☆		☆		☆						٦
ح	☆			☆		☆		☆		☆								٥
خ	☆			☆	☆			☆		☆								٥
د		☆	☆			☆		☆		☆		☆						٦
ذ		☆		☆		☆		☆		☆								٥
ر		☆		☆		☆		☆	☆					☆	☆			٧
ز		☆		☆		☆		☆		☆	☆							٦
س	☆			☆		☆		☆		☆	☆							٦
ش	☆			☆		☆		☆		☆						☆		٦
ص	☆			☆	☆		☆			☆	☆							٦
ض		☆		☆	☆		☆			☆							☆	٦
ط		☆	☆		☆		☆			☆		☆						٦
ظ		☆		☆	☆		☆			☆								٥
ع		☆		☆		☆		☆		☆								٥
غ		☆		☆	☆			☆		☆								٥
ف	☆			☆		☆		☆	☆									٥
ق		☆	☆		☆			☆		☆		☆						٦
ک	☆		☆			☆		☆		☆								٥
ل		☆		☆		☆		☆	☆					☆				٦
م		☆		☆		☆		☆	☆									٥
ن		☆		☆		☆		☆	☆									٥
ھ	☆			☆		☆		☆		☆								٥
و		☆		☆		☆		☆		☆			☆					٦
ی		☆		☆		☆		☆		☆			☆					٦

خلاصۂ درس

صفاتِ غیر متضادہ سات ہیں:-

۱. صفیر :- اس کے حروف ﴿ص، س، ز﴾ ہیں۔

۲. قلقلہ :- اس کے پانچ حروف ہیں جنکا مجموعہ ﴿قُطْبُ جَدٍّ﴾ ہے۔

۳. لین :- اس کے دو حروف ہیں یعنی ﴿وَ، یَ﴾ ساکن جن کا ما قبل مفتوح ہو۔

۴. انحراف:- اس کے دو حروف ہیں ﴿ل، ر﴾ ۔

۵. تکریر:-اس کا ایک حرف ﴿ر﴾ ہے اور اس کی ادائیگی میں رعشہ سے بچنا ضروری ہے۔

۶. تفشّی:-اس کا ایک حرف ﴿ش﴾ ہے۔

۷. استطالت:-اس کا ایک حرف ﴿ض﴾ ہے۔

مشقی سوالات

۱. حروفِ قلقلہ کتنے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

۲. لین کی تعریف کیا ہے؟

۳. استطالت کے کتنے حروف ہیں؟

۴. راء میں کتنی صفات پائی جاتی ہیں؟

۵. مندرجہ ذیل حروف میں کون کون سی صفات پائی جاتی ہیں؟

﴿س، ہ، ف، ض، ط، ع، ق، ث، ب﴾

نصیحت

ہمیشہ قرآن کی تلاوت کریں، یا کسی مفید کتاب کا مطالعہ کرتے رہیں اور اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں، جو بغیر کسی فائدہ کے یونہی گزر جائے۔

سولھواں سبق

ادغام متماثلین، متجانسین اور متقاربین کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

(۱) ﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء:۷۸]

(۲) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿١٤﴾ ﴾ [الصف:۱۴]

(۳) ﴿ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۱۴]

پہلی آیتِ کریمہ ﴿ يُدْرِككُّمْ ﴾ میں کاف ساکن کا دوسرے کاف میں ادغام کر کے ایک حرفِ مشدد پڑھا گیا ہے۔ ایسے ادغام کو ادغامِ متماثلین کہا جاتا ہے۔

فائدہ:- جاننا چاہئے کہ پہلا حرف جسے ملایا جاتا ہے اسے مدغم اور دوسرا حرف جس میں ملایا جاتا ہے اسے مدغم فیہ کہا جاتا ہے۔

ادغام متماثلین کی تعریف:- مدغم اور مدغم فیہ دونوں کے حروف مخرج اور صفت دونوں میں متحد ہوں، جیسے:- ﴿ اذْهَب بِّكِتَابِي، فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ، قُل لَّهُمْ ﴾

دوسری آیت ﴿ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ ﴾ میں تاء ساکن کا طاء متحرک میں ادغام کر کے دونوں کو ایک حرفِ مشدد پڑھا گیا اور دوسرے حرف کی جنس کو غالب رکھا گیا۔ ایسے ادغام کو ادغامِ متجانسین کہا جاتا ہے۔

ادغام متجانسین کی تعریف:- مدغم اور مدغم فیہ کے حروف مخرج میں متحد ہوں اور صفت میں مختلف ہوں۔

ادغام متجانسین تین مخرجوں کے ساتھ خاص ہے:-

ا. حروفِ نطعیہ:- یعنی ﴿ ت، د، ط ﴾ کے ساتھ۔ اور حروفِ نطعیہ کا چار صورتوں میں ادغام ضروری ہے:-

اَ) دالؔ کا ادغام تاءؔ میں، جیسے:- ﴿قَد تَّبَيَّنَ، عَبَدتَّ﴾

ب) تاءؔ کا ادغام دالؔ میں، جیسے:- ﴿أُجِيبَت دَّعۡوَتُكُمَا ،أَثۡقَلَت دَّعَوَا ٱللَّهَ﴾

ج) تاءؔ کا ادغام طاءؔ میں، جیسے:- ﴿لَهَمَّت طَّآئِفَةٌ ،وَكَفَرَت طَّآئِفَةٌ﴾

د) طاءؔ کا ادغام تاءؔ میں، جیسے:- ﴿فَرَّطتُ ،بَسَطتَ﴾

اِس چوتھی صورت میں چونکہ طاءؔ کا اثر ادغام کے وقت باقی رہتا ہے اس لئے اس کو ادغامِ ناقص کہا جائے گا۔

۲. حروفِ لثویہ:-یعنی ﴿ث، ذ، ظ﴾ کے ساتھ۔ اور ذالؔ کا ادغام ظاءؔ میں ضروری ہے، جیسے:- ﴿إِذ ظَّلَمۡتُمۡ﴾ جیسا کہ ثاءؔ کا ادغام ذالؔ میں مناسب ہے ، جیسے :- ﴿يَلۡهَثۚ ذَّٰلِكَ﴾ اور قرآنِ کریم میں اس کی دوسری مثال نہیں ہے۔

۳. حروفِ شفویہ:-یعنی ﴿ب، م﴾ کے ساتھ۔ اور باءؔ کا ادغام میمؔ میں مناسب ہے، جیسے:- ﴿يَٰبُنَيَّ ٱرۡكَب مَّعَنَا﴾ میں اور اس کی یہی ایک مثال قرآنِ کریم میں ہے۔

تیسری آیت ﴿وَقُل رَّبِّ زِدۡنِي عِلۡمًا﴾ میں لامؔ ساکن کا راءؔ متحرک میں ادغام کرکے دونوں کو راءؔ مشدد پڑھا گیا، ایسے ادغام کو ادغامِ متقاربین کہا جاتا ہے۔

ادغامِ متقاربین کی تعریف:- مدغم اور مدغم فیہ کے حروف مخرج میں قریب ہوں اور صفت میں مختلف ہوں۔ اِس ادغام کی دو صورتیں ہیں:-

- لامؔ کا ادغام راءؔ میں، جیسے:- ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ﴾
- قافؔ کا ادغام کافؔ میں، جیسے:- ﴿أَلَمۡ نَخۡلُقكُّم﴾

اِس آخری صورت میں ادغامِ تام بھی جائز ہے، اِس طور پر کہ خالص کافؔ مشدد پڑھا جائے۔ اور ادغامِ ناقص بھی، اِس طور پر کہ قافؔ کا پُر ہونا باقی رہے۔

خلاصۂ درس

ادغام متماثلین :- مدغم اور مدغم فیہ دونوں کے حروف مخرج اور صفت میں متحد ہوں۔

ادغام متجانسین:- مدغم اور مدغم فیہ دونوں کے حروف مخرج میں متحد اور صفت میں مختلف ہوں۔

ادغام متقاربین:- مدغم اور مدغم فیہ کے حروف مخرج میں قریب اور صفت میں مختلف ہوں۔

مشقی سوالات

۱. ادغام متماثلین کسے کہتے ہیں؟

۲. ادغام متجانسین کی کتنی صورتیں ہیں؟ ہر صورت کی ایک ایک مثال لکھیے ؟

۳. ادغام متقاربین کو ادغام متقاربین کیوں کہتے ہیں؟

۴. مندرجہ ذیل کلمات میں ادغام کی کون سی قسم ہے؟

﴿ عَصَواْ وَّكَانُواْ، بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ، ٱرۡكَب مَّعَنَا ﴾

نصیحت

آپ کے ذریعے کسی کو ہدایت کا مل جانا آپ کے لئے دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

سترہواں سبق
حروف مقطعات کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿كٓهيعٓصٓ ۝١ ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهُۥ زَكَرِيَّآ ۝٢﴾ [مریم:۱ – ۲]

﴿طه ۝١ مَآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡقُرۡءَانَ لِتَشۡقَىٰٓ ۝٢﴾ [طه : ۱ – ۲]

چند سورتوں کے شروع میں بعض حروف ہیں جن کی تفسیر اور مراد میں علماء رَحِمَهُمُ ٱللَّهُ کے متعدد اقوال ہیں۔ چنانچہ بعض نے فرمایا کہ یہ سورتوں کے نام ہیں، یا یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں، اور بعض علماء نے فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے تمام انسانوں کو رہتی دنیا تک کے لئے ایک چیلنج ہے کہ وہ قرآن کریم جیسی ایک سورت یا ایک آیت ہی پیش کر دیں، اس لئے کہ انسان ان حروف کی ترکیب کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ کوئی قصہ، یا قصیدہ نظم لکھ سکتا ہے، لیکن پروردگارِ عالم نے ان حروف کی ترکیب کو ہم انسانوں کے لئے ہدایت، رحمت، عدالت، احکامِ شریعت، عقائد اور عبادات کا ذریعہ بنایا۔

بہر حال حروفِ مقطعات کی تعداد (مکررات کو حذف کرنے کے بعد) چودہ (۱۴) ہے، جن کا مجموعہ مندرجہ ذیل جملوں میں ہے:-

۱. ﴿طَرَقَ سَمْعَكَ النَّصِيحَةُ﴾

۲. ﴿صَحَّ طَرِيقُكَ مَعَ السُّنَّةِ﴾

۳. ﴿صِلْهُ سُحَيْرًا مَنْ قَطَعَكَ﴾

۴. ﴿نَصٌّ حَكِيمٌ قَاطِعٌ لَهُ سِرٌّ﴾

حروفِ مقطعات کی تین قسمیں ہیں:-

ا – پہلی قسم :- وہ ہے جس میں مد نہیں ہے اور وہ الٓف ہے، جیسے :- ﴿ الٓمّٓ ﴾ اور ﴿الٓر﴾ کا الٓف۔

۲ – دوسری قسم:- وہ ہے جو دو حرفوں سے مرکب ہو اور دوسرا حرف الٓف ہو، اس کو مدِ طبیعی حرفی کہتے ہیں۔

مدِ طبیعی حرفی کی مقدار:- دو حرکت ہے۔ اس کے پانچ حروف ہیں جن کا مجموعہ ﴿حَیٌّ طَھُر﴾ ہے، لٰہذا انہیں ﴿حا، یا، طا، ھا، را﴾ پڑھا جائے گا۔

۳ – تیسری قسم:- وہ ہے جو تین حرفوں سے مرکب ہو اور ان میں کا درمیانی حرف مدّہ ہو۔ اسے مدِ لازم حرفی کہتے ہیں۔ یہ وہی مد ہے جسے مدِ لازم کی قسموں میں آپ نے پڑھا ہے۔

مدِ لازم حرفی کی مقدار:- چھ حرکت ہے بغیر زیادتی اور کمی کے۔ اس کے آٹھ حروف ہیں، جن کا مجموعہ ﴿نَقَصَ عَسَلُکُمْ﴾ ہے۔

مدِ لازم حرفی کی تین قسمیں ہیں :- (واضح ہو کہ یہ قسم حروفِ مقطعات کے اعتبار سے ہے ،اگرچہ تینوں قسموں کو آپ پڑھ چکے ہیں)۔

ا. مدِ لازم حرفی مثقّل:- اس میں تیسرے حرف کا ادغام بعد والے حرف میں ہوتا ہے، جیسے:- ﴿ الٓمّٓ ﴾ کا لاۤم، کیونکہ لاۤم کے اخیر میں ایسی میۤم ہے جس کا ادغام میم ٓکے پہلے میم ٓمیں ہوا ہے۔

۲. مدِ لازم حرفی مخفف:- اس میں تیسرا حرف ساکن ہوتا ہے۔ بعد والے حرف میں ادغام نہیں ہوتا، جیسے:- ﴿قٓ، نٓ﴾ کا مد ہے۔

۳. مدِ لین حرفی:- اس کا ایک ہی حرف ﴿ع﴾ ہے، جیسے ﴿عٓسٓقٓ، کٓھٰیٰعٓصٓ﴾ کا مد۔

مدِ لین حرفی کی مقدار:- مدِ لین کی طرح دو، چار یا چھ حرکت ہے۔

خلاصۂ درس

حروف مقطعات کی تعداد چودہ (۱۴) ہے :- جن کا مجموعہ ﴿ طَرَقَ سَمْعَكَ النَّصِيْحَةُ ﴾ میں ہے۔

حروف مقطعات کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) پہلی قسم :- وہ ہے جس میں مد نہیں ہے اور وہ اَلف ہے۔

(۲) دوسری قسم :- مدِ طبیعی حرفی ہے۔ اس کو دو حرکتوں کے برابر کھینچا جائے گا۔ اس کے پانچ حروف ہیں جن کا مجموعہ ﴿ حَيٌّ طَهُرَ ﴾ ہے۔

(۳) تیسری قسم :- مدِ لازم حرفی ہے جس کو چھ حرکتوں کے بقدر کھینچا جائے گا۔ اس کے آٹھ حروف ہیں جن کا مجموعہ ﴿ نَقَصَ عَسَلُكُمْ ﴾ ہے۔ ان میں سے صرف عینِ شوریٰ اور عینِ مریم مستثنیٰ ہیں، لہٰذا ان کو دو یا چار یا چھ حرکتوں کے بقدر کھینچا جائے گا۔

مشقی سوالات

۱. حروفِ مقطعات کتنے ہیں؟
۲. حروفِ مقطعات کی کتنی قسمیں ہیں ؟
۳. وہ کون سے حروف ہیں جن کو دو حرکتوں کے بقدر کھینچا جاتا ہے؟
۴. درج ذیل حروف میں مد کی کیا مقدار ہے؟ ﴿ ق، ح، ا، س، ع ﴾
۵. ﴿ عٓسٓقٓ اور كٓهٰيٰعٓصٓ ﴾ میں مد کی مجموعی تعداد کتنی ہے؟

نصیحت

وقت ہی زندگی ہے اور سونے سے زیادہ قیمتی ہے، لہٰذا اسے بغیر کسی قیمت کے رائیگاں نہ ہونے دیں۔

اٹھارھواں سبق
تفخیم اور ترقیق یعنی پر اور باریک پڑھنے کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٞ شِدَادٞ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُونَ مَا يُؤۡمَرُونَ ٦ ﴾ [التحریم:٦]

بعضے حروف پڑھنے میں موٹے معلوم ہوتے ہیں جن سے منھ بھر جاتا ہے، اور بعضے حروف کمزور ہوتے ہیں۔ ان سے منھ نہیں بھرتا۔ مثال کے طور پر جب ہم ﴿ قُوٓاْ ﴾ بولتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ قافؔ کی وجہ سے منھ بھر گیا ہے، جبکہ ﴿ أَنفُسَكُمۡ ﴾ میں ایسا نہیں ہوتا۔

لہٰذا اِس اعتبار سے حروف کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) حروف مُفخّمہ (۲) حروف مُرقّقہ

تفخیم کے لغوی معنیٰ:- بڑا کرنا، پُر کرنا۔

اصطلاحی معنیٰ:- حرف کی آواز کو اِس طرح موٹا کرنا کہ اس سے منھ بھر جائے۔

ترقیق کے لغوی معنیٰ:- باریک کرنا۔

اصطلاحی معنیٰ:- حرف کی آواز کو باریک کرنا، جس سے منھ نہ بھرے۔

تفخیم چند حرفوں کے ساتھ خاص ہے:-

(۱) حروفِ استعلاء کے ساتھ۔

(۲) راءؔ کے ساتھ بعض صورتوں میں۔

(۳) لفظ الجلالۃ (اللہ) کے لاؔم کے ساتھ، جبکہ اس سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو۔

(۴) الف مدہ کے ساتھ، جبکہ اس سے پہلے حروفِ استعلاء ہوں۔

(۵) نون ساکن اور تنوین کے اخفاء کے ساتھ، جبکہ اس کے بعد حرفِ استعلاء ہو۔

ان کے علاوہ تمام حروف باریک پڑھے جائیں گے۔

حروفِ مفخمہ کی تفصیل یوں ہے:-

(۱) حروفِ استعلاء کے ساتھ:- یہ وہ حروف ہیں جن کا مجموعہ ﴿ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ ﴾ ہے۔ یہ تمام صورتوں میں پُر ہونگے، البتہ اگر حرفِ استعلاء مکسور ہو یا ساکن ہو اور اس سے پہلے کسرہ ہو تو کم پُر ہو گا۔

(۲) رآء: مندرجہ ذیل صورتوں میں رآء پُر پڑھی جائے گی:-

أ) رآء پر ضمہ ہو تو رآء پُر ہو گی، جیسے:- ﴿ يُؤْمَرُونَ ، يُبَشِّرُهُمْ ، رُزِقْنَا ﴾

ب) رآء پر فتحہ ہو، جیسے:- ﴿ وَرَبُّكَ ، شَرَابٌ ، نَارًا ﴾

ج) رآء ساکن سے پہلے ضمہ ہو، جیسے:- ﴿ قُرْءَانٌ، بِقُرْبَانٍ، كَٱلْعُرْجُونِ ﴾

د) رآء ساکن سے پہلے فتحہ ہو، جیسے:- ﴿ خَرْدَلٍ ، قَرْيَةٍ ﴾

ہ) رآء ساکن سے پہلے کسرہ عارضی ہو، جیسے:- ﴿ ٱرْجِعِي ، أَمِ ٱرْتَابُوٓاْ ﴾

و) رآء ساکن سے پہلے کسرہ اصلی ہو اور اس کے بعد اُسی کلمہ میں حرفِ استعلاء ہو، جیسے:-
﴿ لَبِٱلْمِرْصَادِ ، قِرْطَاسٍ ﴾

ز) رآء ساکن سے پہلے ساکن ہو اور اس ساکن سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو، جیسے:- ﴿ ٱلْقَدْرِ ، ٱلْأُمُورُ ﴾

مندرجہ ذیل صورتوں میں رآء باریک ہوگی:-

اَ)　رآء پر کسرہ ہو، جیسے:-﴿ رِجَالٌ ، مَّرِيجٍ ، فَضُرِبَ﴾

ب)　رآساکن سے پہلے کسرہ ہو اور رآء کے بعد حرفِ استعلاء نہ ہو، جیسے:- ﴿ فِرۡعَوۡنُ ، وَٱصۡبِرۡ ﴾

ج)　رآء ساکن سے پہلے یآء ساکن ہو، جیسے:-﴿ خَبِيرۡ ، خَيۡرۡ﴾

د)　رآء ساکن سے پہلے ساکن ہو اور اُس ساکن سے پہلے کسرہ ہو، جیسے:- ﴿ حِجۡرۡ ، ٱلسِّحۡرۡ﴾

ہ)　رآء ساکن سے پہلے کسرہ اصلی ہو اور اس کے بعد دوسرے کلمہ میں حرفِ استعلاء ہو، جیسے:-﴿ أَنذِرۡ قَوۡمَكَ﴾

مندرجہ ذیل صورتوں میں رآء کو پُر اور باریک دونوں پڑھنا جائز ہے:-

اَ)　رآء ساکن سے پہلے کسرہ اصلی ہو اور اس کے بعد حرفِ استعلاء مکسور ہو، جیسے:- ﴿كُلُّ فِرۡقٍ﴾

ب)　رآساکن سے پہلے حرفِ استعلاء ساکن ہو اور اُس سے پہلا حرف مکسور ہو ، جیسے :-
﴿ مِصۡرَ ، ٱلۡقِطۡرِ﴾[1]

---

[1] - پہلی صورت میں تفخیم اور دوسری صورت میں ترقیق زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۳) اللہ کا لام:- اللہ کے لام سے پہلے زبر ہو یا پیش ہو تو لام پُر ہو گا، جیسے:- ﴿ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ ، ثُمَّ يُحۡكِمُ ٱللَّهُ ءَايَـٰتِهِۦ ﴾ اور اگر اس سے پہلے زیر ہو تو لام باریک ہو گا، جیسے:- ﴿ بِسۡمِ ٱللَّهِ ، ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ﴾

(۴) اخفاء حقیقی:- یعنی نون ساکن اور تنوین کا اخفاء:-

اخفاء کا غنہ پُر ہو گا اگر اس کے بعد حرفِ استعلاء ہو، جیسے:- ﴿ وَلَمَن صَبَرَ ﴾ اور اخفاء کا غنہ باریک ہو گا اگر اس کے بعد حرفِ استفال ہو، جیسے:- ﴿ فَمَن شَهِدَ ﴾.

(۵) الف مدہ:- اگر الف مدہ سے پہلے حرفِ استعلاء ہو تو الف مدہ پُر پڑھا جائے گا، جیسے:- ﴿ قَالَ ﴾ اور اگر اس سے پہلے حرفِ استفال ہو تو باریک پڑھا جائے گا، جیسے:- ﴿ مَاتَ ﴾۔

خلاصۂ درس

(۱) حروفِ استعلاء پُر ہوں گے۔ ان کا مجموعہ ﴿خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ﴾ ہے۔
(۲) بعض صورتوں میں رآء پُر ہوگی۔
(۳) اللہ کے لآم سے پہلے زبر یا پیش ہو تو لآم پُر ہوگا۔
مندرجہ ذیل حروف باریک ہوں گے۔
(۱) حروفِ استفال۔
(۲) بعض صورتوں میں رآء
(۳) اللہ کے لآم سے پہلے اگر کسرہ ہو۔
اخفاء کا غنہ:- اپنے مابعد کے تابع ہے۔ اگر اس کے بعد حرفِ استعلاء ہوگا تو پُر، ورنہ باریک ہوگا۔
الٓف مدہ:- اپنے ماقبل کے تابع ہے۔ اگر اس سے پہلے حرفِ استعلاء ہو تو پُر، ورنہ باریک ہوگا۔

مشقی سوالات

۱. حروفِ استعلاء کیا ہیں؟ اور کب پُر ہوتے ہیں؟
۲. رآء کب پُر ہوتی ہے اور کب باریک؟ بالتفصیل بتلائیں؟
۳. رآء کو پُر اور باریک پڑھنا کب جائز ہے؟
۴. اللہ کے لام کے پُر اور باریک پڑھنے کا کیا قاعدہ ہے؟
۵. درج ذیل کلمات میں رآء کا کیا حکم ہے؟ ﴿مِصۡرَ، وَٱلطُّورِ، شِرۡعَةً ، فُرۡقَانًا، كَٱلۡفَخَّارِ﴾

نصیحت

اپنے ایمان کو بلندی کا باعث سمجھیں۔ اپنے اسلام پر فخر کریں اور دشمنانِ اسلام کے سامنے اپنے کو حقیر نہ گردانیں۔

انیسواں سبق

وقف اور ابتدا کے بیان میں (۱)

فِي حَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَرَأَ قَطَّعَ قِرَاءَتَه آيَةً آيَةً ، يَقُولُ : بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ، ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُولُ : ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَالَمِينَ ، ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُولُ : ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ، ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُولُ : مَالِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ، ثُمَّ يَقِفُ . (رواه أبو داود والترمذی وأحمد)

ام المؤمنین ام سلمہ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب تلاوت فرماتے تو ہر آیت کو علیٰحدہ علیٰحدہ یوں پڑھتے :- بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ، پھر ٹھہر جاتے ، پھر پڑھتے : ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَالَمِينَ ، پھر ٹھہر جاتے ، پھر پڑھتے : ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ، پھر ٹھہر جاتے ، پھر پڑھتے : مَالِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ ، پھر ٹھہر جاتے۔

حضرت علی بن ابی طالب رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ! اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَرَتِّلِ ٱلْقُرْآنَ تَرْتِيلًا" کا کیا مطلب ہے ؟ آپؓ نے ارشاد فرمایا: "ہر حرف کو مخرج سے مع جمیع صفات کے ادا کرنا اور وقف کو جاننا" ۔

اس سے معلوم ہوا کہ وقوف کا جاننا نصف علم تجوید ہے، اور وقف کی جگہ وقف کرنے سے آیت کے معنیٰ صحیح سمجھ میں آتے ہیں، جبکہ غیر وقف کی جگہ وقف کرنے سے بسا اوقات آیت کے معنیٰ بدل جاتے ہیں، یا تلاوت کا حسن جاتا رہتا ہے۔

اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ اخیر حرف کو ساکن کرکے وقف کیا جاتا ہے، اس لئے کہ عرب حضرات متحرک پر وقف نہیں کرتے اور ساکن سے ابتدا نہیں کرتے۔

علمائے تجوید نے وقف کی کئی قسمیں بیان فرمائی ہیں، جن میں سے اہم یہ ہیں:-

(۱) وقفِ تام:- ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کا اپنے بعد والے کلمہ سے لفظی اور معنوی کوئی تعلق نہ ہو، یہ وقف عموماً آیتوں کے اخیر میں یا قصوں کے اختتام پر ہوا کرتا ہے، جیسے:-

﴿أُوْلَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدٗى مِّن رَّبِّهِمۡۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ۝٥﴾، ﴿مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ۝٤﴾، ﴿وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ ۝٥﴾.

کسی قصہ یا سورۃ کے اخیر میں وقف کرنا، یا یاءِ نداء، یا فعلِ امر، یا لامِ قسم اور لامِ شرط سے پہلے وقف کرنا، اسی طرح آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب کے درمیان فصل کرکے پڑھنا، نیز نفی یا نہی سے پہلے یا بات مکمل ہونے پر وقف کرنا بھی وقفِ تام کہلاتا ہے۔

(۲) وقفِ کافی:- ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کا اپنے بعد والے کلمہ سے لفظی تعلق تو نہ ہو، البتہ معنوی ہو، یہ وقف عموماً فواصل واجزاء آیات میں ہوا کرتا ہے، جیسے:- ﴿ءَأَنذَرۡتَهُمۡ أَمۡ لَمۡ تُنذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ ۝٦﴾ میں ﴿لَا يُؤۡمِنُونَ﴾ پر وقف کرنا۔

حکم:- اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی جگہ وقف کرنا بہتر ہے، نیز بعد والے کلمہ سے ابتدا کرنا چاہئے، پیچھے سے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

(۳) وقفِ حسن:- ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کا اپنے بعد والے کلمہ سے لفظی اور معنوی دونوں تعلق ہو، جیسے:- ﴿بِسۡمِ ٱللَّهِ﴾ اور ﴿ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ﴾ پر وقف کرنا۔

حکم :- اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی جگہ وقف کرنا اکثر علماء کے قول کے مطابق جائز تو ہے (گذشتہ حدیث کی وجہ سے)، لیکن آیت کے درمیان وقف ہو تو پیچھے سے لوٹانا چاہئے۔ اور اگر آیت پر وقف ہو تو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

(۴) وقفِ قبیح:- ایسے کلمہ پر وقف کرنا جہاں بات پوری نہ ہوتی ہو، اور اس کا بعد والے کلمہ سے لفظی اور معنوی دونوں تعلق ہو، جیسے:- خبر کو چھوڑ کر مبتدا پر وقف کرنا، یا فاعل کو چھوڑ کر فعل پر، یا منصوب کو چھوڑ کر حرفِ ناصب پر وقف کرنا۔ اور سب سے زیادہ قبیح اور ناپسندیدہ وقف وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ شانہ کیلئے ایسی صفت کا وہم ہوتا ہو جو اس کے شایانِ شان نہیں، جیسے:- ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَسۡتَحۡيِۦٓ أَن يَضۡرِبَ مَثَلٗا مَّا بَعُوضَةٗ ﴾ میں ﴿ لَا يَسۡتَحۡيِۦٓ ﴾ پر وقف کر دینا۔

حکم :- اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی جگہ وقف جائز نہیں ہے مگر شدید ضرورت کی بنا پر۔ پھر اگر معنیٰ میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی ہو تو اس کلمہ سے لوٹانا چاہئے جس پر وقف کیا ہے، ورنہ اس جگہ سے لوٹانا چاہئے جہاں سے ابتدا بہتر ہو۔

ابتدا کا بیان

جاننا چاہئے کہ جس طرح عمدہ اور بہتر طریقہ پر وقف کرنا ضروری ہے اسی طرح ابتدا بھی بہتر طور پر کرنا ضروری ہے، لہٰذا اسی جگہ سے ابتدا کرنا چاہئے جس سے معنیٰ پورے طور پر واضح ہو جاتے ہوں، اسلئے کہ جیسا کہ وقف قبیح ہوتا ہے ایسے ہی ابتدا بھی قبیح ہوتی ہے، جیسے:- ﴿ وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ يَدُ ٱللَّهِ مَغۡلُولَةٌۚ ﴾ میں ﴿ يَدُ ٱللَّهِ مَغۡلُولَةٌۚ ﴾ سے ابتدا کرنا۔

خلاصۂ درس

وقوف کا جاننا نصفِ علمِ تجوید ہے۔ وقف کی چند اہم قسمیں یہ ہیں:-

(۱) وقفِ تام:- ایسے کلمہ پر وقف کرنا جہاں معنیٰ مکمل ہو جاتے ہوں اور اس کا بعد والے کلمہ سے لفظی اور معنوی کوئی تعلق نہ ہو۔

(۲) وقفِ کافی:- ایسے کلمہ پر وقف کرنا جہاں معنیٰ مکمل ہو جاتے ہوں اور اس کا بعد والے کلمہ سے لفظی تعلق تو نہ ہو، البتہ معنوی ہو۔

(۳) وقفِ حسن:- ایسے کلمہ پر وقف کرنا جہاں معنیٰ مکمل ہو جاتے ہوں اور اس کا اپنے بعد والے کلمہ سے لفظی اور معنوی دونوں تعلق ہو۔

(۴) وقفِ قبیح:- ایسے کلمہ پر وقف کرنا جہاں معنیٰ مکمل نہ ہوتے ہوں اور اس کا اپنے بعد والے کلمہ سے لفظی اور معنوی دونوں تعلق ہو۔

مشقی سوالات

۱. اس کی کیا دلیل ہے کہ آیت کے اخیر میں وقف کرنا سنت ہے؟

۲. ہر سورت کے اخیر میں وقف کرنے کا کیا حکم ہے؟

۳. آیت ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقۡرَبُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنتُمۡ سُكَـٰرَىٰ ﴾ میں کلمہ ﴿ٱلصَّلَوٰةَ﴾ پر وقف کرنے کا کیا حکم ہے؟

۴. آیت ﴿ وَقَالَتِ ٱلنَّصَـٰرَى ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ ٱللَّهِ ﴾ میں کلمہ ﴿ ٱلۡمَسِيحُ ﴾ سے ابتدا کرنا کیسا ہے؟

نصیحت

اللہ کے حدود کی حد سے زیادہ پابندی کرنے والے بنیں جو اُس نے اپنی کتاب میں بیان فرمائے ہیں، چنانچہ حلال و حرام وہی ہے جس کو اللہ نے حلال اور حرام قرار دیا ہے۔

بیسواں سبق
وقف اور ابتدا کے بیان میں (۲)

وقف کی مزید دو قسمیں ہیں :-

(۱) وقفِ اضطراری (۲) وقفِ اختیاری

(۱) بسا اوقات پڑھنے کے دوران قاری کو کھانسی یا سانس وغیرہ کی تنگی پیش آجاتی ہے جس کی وجہ سے وہ وقف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، ایسے وقف کو وقفِ اضطراری کہا جاتا ہے۔

اس کا حکم:- یہ ہے کہ ایسی صورت میں کسی بھی کلمہ پر وقف کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس کلمہ کا اعادہ کر لیا جائے۔

(۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ استاذ کی طرف سے پڑھنے والے کا امتحان لیا جاتا ہے اور پڑھنے والا کسی بھی کلمہ پر وقف کر دیتا ہے، اسے وقفِ اختیاری کہا جاتا ہے۔

اس کا حکم:- یہ ہے کہ جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ وقف کی جگہ نہ ہو تو اس کلمہ کا اعادہ کر کے از سرِ نو قراءت کرے۔

وقف کے سلسلے میں چند ضروری ہدایات:-

خیال رہے کہ کلمہ کے درمیان ہرگز وقف نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ہمیشہ کلمہ کے اخیر میں وقف کرنا چاہئے، نیز وقف میں رسمِ مصحفِ عثمانی کی رعایت ضروری ہے، خواہ موجودہ رسم الخط اس کے موافق ہو یا مخالف۔

(۱) لہٰذا رسمِ مصحفِ عثمانی میں اگر کوئی کلمہ علیٰحدہ لکھا ہو تو مجبوری یا امتحان کی صورت میں اس کلمہ پر وقف کرنا صحیح ہوگا، جیسے:- قرآنِ کریم میں صرف ایک جگہ ﴿ وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ ﴾

[الرعد: ۴۰] میں ﴿ إِنۡ ﴾ علیٰحدہ ہے اور ﴿ مَا ﴾ علیٰحدہ، لہٰذا مجبوری یا امتحان کی صورت میں صرف ﴿ إِنۡ ﴾ پروقف کرنا جائز ہوگا، اسی طرح ﴿ عَن مَّا نُهُواْ ﴾ [الأعراف:۱۶۶] میں صرف ﴿ عَن ﴾ پر، اور ﴿ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُم مِّن شُرَكَآءَ ﴾ [الروم:۲۸] میں صرف ﴿ مِّن ﴾ پر، اور ﴿ فَمِن مَّا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُم مِّن فَتَيَٰتِكُمُ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِۚ ﴾ [النساء:۲۵] میں صرف ﴿ فَمِن ﴾ پروقف کرنا بوجہ مجبوری یا امتحان جائز ہوگا۔

(۲) اور اگر رسمِ عثمانی میں دو کلمے ایک ہی کلمہ کی طرح ساتھ لکھے ہوں تو آخری کلمہ پر ہی وقف کرنا ضروری ہوگا، جیسے:- ﴿ وَإِمَّا تَخَافَنَّ ﴾ [الأنفال:۵۸] میں صرف ﴿ إِن ﴾ پر وقف جائز نہ ہوگا، بلکہ پورے ﴿ إِمَّا ﴾ پر وقف صحیح ہوگا چونکہ رسمِ عثمانی میں ﴿ إِمَّا ﴾ ایک ساتھ لکھا ہے۔ یہی حال ﴿ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ١٩٠ ﴾ [الأعراف:۱۹۰] اور ﴿ بِئۡسَمَا ٱشۡتَرَوۡاْ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمۡ ﴾ [البقرۃ:۹۰] میں ﴿ عَمَّا ﴾ اور ﴿ بِئۡسَمَا ﴾ پروقف کا ہے کہ صرف ﴿ عَنۡ ﴾ یا صرف ﴿ بِئۡسَ ﴾ پر وقف جائز نہ ہوگا۔

(۳) اسی طرح رسمِ عثمانی میں کلمہ کے اخیر میں اگر حرفِ مدہ موجود ہو تو وقف میں باقی رہے گا، جیسے:- ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ﴾ میں ﴿ أَيُّهَا ﴾ کے الف مدہ کو وقف کی صورت میں باقی رکھا جائے گا (رسمِ مصحفِ عثمانی کی رعایت کرتے ہوئے)۔ اسی طرح ﴿ وَقَالَا ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ﴾ [النمل:۱۵] میں ﴿ وَقَالَا ﴾ کے تثنیہ کے الف کو باقی رکھ کر وقف کیا جائے گا، اگرچہ وصل کی صورت میں الف نہیں پڑھا جاتا۔ اسی طرح ﴿ فَلَمَّا ذَاقَا ٱلشَّجَرَةَ ﴾ [الأعراف:۲۲] میں ﴿ ذَاقَا ﴾ کے الف کو وقف میں باقی رکھا جائے گا۔

(۴) اِسی طرح رسمِ مصحفِ عثمانی میں جو حرفِ مدہ محذوف ہو وہ وقف میں بھی محذوف ہو گا، جیسے:- ﴿ یَـٰٓأَیُّهَ ٱلسَّاحِرُ ﴾[الزخرف:۴۹] میں ھآء ساکن کرکے وقف کیا جائے گا۔(رسمِ مصحفِ عثمانی کی رعایت کرتے ہوئے)۔یہی حکم ﴿ یَوۡمَ یَأۡتِ لَا تَكَلَّمُ نَفۡسٌ ﴾[ھود:۱۰۵] میں ﴿ یَأۡتِ ﴾پر وقف کا ہے۔

(۵) تآء تانیث اگر گول تآء (ۃ) کی شکل میں ہو تو وقف میں اسے ہآء سے بدل دیں گے، جیسے:- ﴿سَكۡرَةُ ، رَبۡوَةٍ ، رَحۡمَةً ﴾اور اگر لمبی تآء (ت) کی شکل میں ہو تو (ت) کے ساتھ ہی وقف کریں گے، جیسے:-﴿ رَحۡمَتَ ، نِعۡمَتَ ، لَّعۡنَتَ ﴾ ۔

رموزِ اوقاف یا علاماتِ وقف

مـ : یہ وقفِ لازم کی علامت ہے، اس پر ٹھہرنا ضروری ہے۔

لا : وقف ممنوع کی علامت ہے، یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔

ج : وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہے۔

صلی : وقف جائز کی علامت ہے، البتہ ملا کر پڑھنا اولیٰ ہے۔

قلی : وقف جائز کی علامت ہے، البتہ یہاں ٹھہرنا اولیٰ ہے۔

∴ ∴ : وقف معانقہ کی علامت ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر ہی ٹھہرنا چاہئے، لہٰذا اگر پہلے پر وقف کر چکا ہو تو دوسرے پر وقف نہ کرے، جیسے:- ﴿ ذَٰلِكَ ٱلْكِتَٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝٢ ﴾ [البقرۃ:۲]

ط : وقف مطلق کی علامت ہے۔ (اکثر علماء کے قول کے مطابق)، یہاں وقف کرنا بہتر ہے، لہٰذا بعد والے کلمہ سے ابتدا کرنا چاہئے۔

ح : وقف حسن کی علامت ہے، یہاں وقف کرنا اچھا ہے۔

ص : وقف مرخص کی علامت ہے، یعنی اگر کسی ضرورت کی وجہ سے وقف کر دے تو رخصت ہے۔

ق : اکثر علماء نے یہاں وقف سے منع کیا ہے۔ یہ وقف ضعیف کی علامت ہے، لہٰذا یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

س : ہلکے سے سکتے کی علامت ہے، یہاں تھوڑی دیر اس طرح ٹھہرنا چاہئے کہ سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

قف : وقف مستحب کی علامت ہے، یہاں ٹھہر جانا چاہئے، لیکن ملا کر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

ز : یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہے، البتہ ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

نوٹ:- یہ چند اہم علامتیں ہیں۔ مزید علامتوں کا بیان بعض مصاحف کے آخر میں بالتفصیل موجود ہے۔

خلاصۂ درس

وقف میں رسمِ مصحفِ عثمانی کی رعایت ضروری ہے، خواہ موجودہ رسم الخط اس کے موافق ہو یا مخالف، لہٰذا اگر کوئی کلمہ مقطوع یعنی علیحٰدہ لکھا ہو تو مقطوع کے اخیر میں بوجہ امتحان یا مجبوری کے وقف کر سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی کلمہ موصول یعنی ساتھ لکھا ہو تو موصول کے اخیر میں وقف کرنا ضروری ہو گا۔ اِسی طرح جو حرفِ مد رسمِ عثمانی میں موجود ہو تو وقف میں اس کو باقی رکھا جائے گا اور جو محذوف ہو، وقف میں بھی اس کو حذف کر دیا جائے گا۔ تآء تانیث اگر گول تآء (ۃ) کی شکل میں لکھی ہو تو وقف میں ھآء سے بدل دیں گے اور اگر لمبی (ت) کی شکل میں لکھی ہو تو (ت) کے ساتھ ہی وقف کریں گے۔

مشقی سوالات

۱. درج ذیل کلمات پر مجبوری یا امتحان کی صورت میں کس طرح وقف ہو گا؟

﴿ رَحۡمَتَ، ٱمۡرَأَتُ، عَمَّ، رَبۡوَةٍ، مِّن مَّا ﴾

۲. مندرجہ ذیل علامتوں پر وقف کا کیا حکم ہے؟

﴿ م، ج، صلی، قلی، س ﴾

۳. درجِ ذیل آیتِ کریمہ پر کس طرح وقف کریں گے؟

﴿ تَنَزَّلُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذۡنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمۡرٖ ۝٤ سَلَٰمٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطۡلَعِ ٱلۡفَجۡرِ ۝٥ ﴾

[القدر: ۴ – ۵]

نصیحت

قرآن کے اصول و قوانین کو نافذ کرنے کے لئے اپنی جان و مال سے پوری کوشش کریں۔

اکیسواں سبق

تکبیر اور ختم قرآن کا بیان

سورۃ الضحیٰ کے شروع یا اخیر سے لے کر سورۃ الناس کے شروع یا اخیر تک تکبیر کہنا مستحب ہے۔ اس تکبیر پر تمام قرّاء کا برابر عمل رہا ہے، اسلئے کہ یہ خوب تعریف و تعظیم کا مقام ہے تاکہ ختمِ قرآن کے وقت اللہ کا ذکر کر کے لذت حاصل کیا جاسکے۔

تکبیر کے الفاظ یہ ہیں:- ﴿ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ﴾ اور تکبیر کے بعد تہلیل یعنی ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ اور تحمید یعنی ﴿ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ﴾ کہنا بھی مروی ہے، اور ان تمام کو ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ سے پہلے پڑھنا چاہئے۔

قرآنِ کریم ختم کرنے کے وقت سورۃ الناس کے بعد سورۃ الفاتحۃ اور البقرۃ ﴿ وَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ﴾ تک پڑھنا مسنون ہے تاکہ تلاوت کا تسلسل جاری رہے اور اس کی خیر و برکت برقرار رہے۔

اِسی طرح ختم کرنے کے بعد دعا کرنا مستحب ہے، جیسا کہ مروی ہے کہ ختمِ قرآن کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ نبیٔ اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:- { مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ أَوْ قَالَ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، إِنْ شَاءَ عَجَّلَهَا لَهُ فِي الدُّنْيَا، وَإِنْ شَاءَ ادَّخَرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ } یعنی جو شخص قرآن پڑھتا ہے، یا اس کو جمع کرتا ہے اس کو ایک مقبول دعا دی جاتی ہے، چاہے تو وہ اسے دنیا ہی میں مانگ لے اور چاہے تو اسے آخرت کے لئے ذخیرہ بنالے۔

اور حضرت انس بن مالک رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جب قرآنِ کریم ختم فرماتے تو گھر والوں کو جمع فرما کر دعا فرماتے اور گھر والے آمین کہا کرتے۔

ختمِ قرآن کے وقت جو دعائیں آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مروی ہیں وہ یہ ہیں:-

"اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْآنِ ، وَاجْعَلْهُ لِیْ إِمَاماً وَهُدًی وَّنُوراً وَّرَحْمَةً ، وَّارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهُ آنَاءَ اللَّیْلِ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ، وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ"

ایسے ہی اس موقع پر دنیا و آخرت کی بھلائی کیلئے آپؐ سے مندرجہ ذیل دعائیں منقول ہیں:-

"اَللّٰهُمَّ إِنَّا عَبِیْدُكَ، وَأَبْنَاءُ عَبِیْدِكَ، وَأَبْنَاءُ إِمَائِكَ، نَوَاصِیْنَا بِیَدِكَ، مَاضٍ فِیْنَا حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیْنَا قَضَاؤُكَ، نَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّیْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِیْ كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا، وَنُورَ أَبْصَارِنَا، وَشِفَاءَ صُدُوْرِنَا، وَجِلاءَ أَحْزَانِنَا، وَذَهَابَ هُمُوْمِنَا وَغُمُوْمِنَا، وَسَائِقَنَا وَقَائِدَنَا إِلَیْكَ وَإِلٰی جَنَّاتِكَ جَنَّاتِ النَّعِیْمِ، وَدَارِكَ دَارِ السَّلَامِ، مَعَ الَّذِیْنَ أَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ".

پھر یہ پڑھتے ہوئے دعا ختم کرے:- ﴿سُبۡحَٰنَ رَبِّكَ رَبِّ ٱلۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلَٰمٌ عَلَى ٱلۡمُرۡسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٨٢﴾﴾ [الصافات:١٨٠ – ١٨٢]

خلاصۂ درس

سورۃ الضحیٰ سے لے کر سورۃ الناس تک ہر سورۃ کے بعد تکبیر و تہلیل اور تحمید مستحب ہے۔

تکبیر کے الفاظ یہ ہیں:- ﴿اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ﴾.

قرآن ختم کرنے کے بعد سورۃ الفاتحۃ اور سورۃ البقرۃ ﴿ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝٥ ﴾ تک پڑھنا مسنون ہے۔ پھر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے منقول دعائیں مانگنا، ایسے ہی اپنی ضرورت کی دعائیں مانگنا بھی مسنون ہے۔

مشقی سوالات

١. تکبیر کی ابتدا کون سی سورت سے کرنی چاہئے؟
٢. تکبیر کے الفاظ کیا ہیں؟
٣. تکبیر کیوں مشروع ہے؟
٤. ختمِ قرآن کے بعد سورۃ الفاتحۃ پڑھنا کیوں مسنون ہے؟
٥. ادعیہ ماثورہ میں سے اہم دعائیں زبانی سنائیں؟

نصیحت

استغفار و توبہ اور دعا کی کثرت کریں اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھیں۔

بائیسواں سبق
دس قراء کرام اور ان کے راویوں کے بیان میں

حضورِ اکرم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:- "أُنۡزِلَ الۡقُرۡآنُ عَلٰى سَبۡعَةِ أَحۡرُفٍ"

حروفِ سبعہ سے کیا مراد ہے ؟اس کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں، مشہور قول یہ ہے کہ عرب کے لہجات مراد ہیں، حروفِ سبعہ سے سات قراءتیں بالکل مراد نہیں ہیں، البتہ اس میں شک نہیں کہ سات قراءتیں حروفِ سبعہ کا ہی جز ہیں۔

سات قراءتیں اور مزید تین قراءتیں جو کل ملا کر دس ہوتی ہیں، ان دس قراءتوں کو ائمہ نے اپنے سلف سے تواتر کے ساتھ حاصل کیا ہے۔ یاد رہے کہ ان دس قراءتوں میں تین شرطوں کا پایا جانا از حد ضروری ہے۔ اگر ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوگی تو اسے قرآن نہیں کہا جائے گا۔ اس سے عبادت بھی جائز نہ ہوگی اور اسے قراءتِ شاذہ میں شمار کیا جائے گا۔

بہر حال وہ تین شرطیں یہ ہیں:-

۱. وہ قراءت نبی کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ سے تواتر کے ساتھ مروی ہو۔
۲. وہ قراءت اُس مصحف کے رسم کے مطابق ہو جو سیدنا عثمان بن عفان رَضِيَ ٱللَّٰهُ عَنۡهُ کے دور میں لکھا گیا۔
۳. وہ قراءت کسی بھی شکل میں عربی لغت کے موافق ہو۔

معتبر قراءتوں کے سات قرّاء کرام

(۱) ابن عامر (عبد الله اليحصبي) :- آپ کی وفات ۱۱۸ھ میں دمشق میں ہوئی۔ آپ کی قراءت کو روایت کرنے والے دو راوی هشام اور ابن ذکوان مشہور ہوئے۔

(۲) ابن کثیر (عبد الله بن كثير الدارى) :- آپ کی وفات ۱۲۰ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ کی قراءت کو روایت کرنے والے دو راوی البزّی اور قُنبُل مشہور ہوئے۔

(۳) عاصم (أبو بكر عاصم بن أبي النجود الأسدى) :- آپ کی وفات ۱۲۷ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ آپ کی قراءت کو روایت کرنے والے دو راوی شعبة اور حفص مشہور ہوئے۔

(۴) أبو عمرو (زبّان بن العلاء بن عمار البصري) :- آپ کی وفات ۱۵۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی قراءت کو روایت کرنے والے دو راوی الدوری اور السوسی مشہور ہوئے۔

(۵) حمزة (أبو عمار حمزة بن حبيب الزيات الكوفى) :- آپ کی وفات ۱۵۶ھ میں حلوان میں ہوئی۔ آپ کی قراءت کو روایت کرنے والے دو راوی خلف اور خلاد مشہور ہوئے۔

(۶) نافع (نافع بن عبد الرحمن بن أبي نعيم المدنى) :- آپ کی وفات ۱۶۹ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی قراءت کو روایت کرنے والے دو راوی قالون اور ورش مشہور ہوئے۔

(۷) الکسائی (أبو الحسن علی بن حمزة الکسائی النحوی):- آپ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی قراءت کو روایت کرنے والے دو راوی أبو الحارث اور الدوری مشہور ہوئے۔

جیسا کہ اوپر بتلایا جاچکا ہے کہ تین قراء تیں اور ہیں جن میں مذکورہ بالا تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں۔ان کے قراء یہ ہیں:-

(۸) أبو جعفر (یزید بن القعقاع القاری) آپ کی وفات ۱۳۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی قراءت کو روایت کرنے والے دو راوی ابن وردان اور ابن جمّاز مشہور ہوئے۔

(۹) یعقوب (أبو محمد یعقوب بن إسحاق الحضرمی) آپ کی وفات ۲۰۵ھ میں ہوئی۔ آپ کی قراءت کو روایت کرنے والے دو راوی رویس اور رَوح مشہور ہوئے۔

(۱۰) خلف (أبو محمد خلف بن هشام بن ثعلب) آپ کی وفات ۲۲۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی قراءت کو روایت کرنے والے دو راوی المَرْوَزی اور البغدادی مشہور ہوئے۔

خلاصۂ درس

قراءتِ صحیحہ کی تین شرطیں ہیں:-

۱. تواتر کا ہونا۔
۲. رسمِ مصحفِ عثمانی کے موافق ہونا۔
۳. عربی لغت کے موافق ہونا۔

سات قراءِ کرام کے نام یہ ہیں:-

(۱)ابن عامر (۲)ابن کثیر (۳)عاصم (۴) اَبو عمرو (۵)حمزہ (۶)نافع (۷) الکسائی

مزید تین قراءِ کرام کے نام یہ ہیں:-

(۱) اَبو جعفر (۲)یعقوب (۳) خلف

مشقی سوالات

۱. قراءتِ صحیحہ کی کتنی شرطیں ہیں؟
۲. کیا قراءتِ شاذہ سے نماز ہو جائے گی؟
۳. کیا حروفِ سبعہ سے سات قراءتیں مراد ہیں؟
۴. امام حفص کس کی قراءت کے راوی ہیں؟
۵. سات قراءتوں کے علاوہ باقی تین قراءتوں میں تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نصیحت

علم تجوید وقراءت کسی ماہرِ فن قاری سے سیکھیں۔

تیئیسواں سبق

اضافی تشریحات

(ا) ما قبل میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ مدِ عارض وقفی میں قصر، توسط اور طول تینوں جائز ہیں، یعنی اس میں دو، چار یا چھ حرکتوں کے بقدر مد ہے۔

یہاں یہ بھی جان لیں کہ مدِ عارض وقفی میں وقف بالروم اور وقف بالإشمام بھی جائز ہے، اور ان دونوں کی تعریف یہ ہے:-

أ) رَوم:- ضمہ یا کسرہ کی حرکت کا ایک تہائی جز ادا کرنا۔ چنانچہ حرفِ مضموم یا مکسور پر وقف بالروم کی صورت میں مدِ عارض کو دو حرکتوں کے بقدر کھینچ کر ضمہ یا کسرہ کی حرکت کا ایک تہائی جز ادا کیا جائے گا، جیسے:- ﴿نَسۡتَعِينُ ، ٱلدِّينِ﴾۔

ب) إشمام:- حرفِ مضموم کو مکمل ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا، اِس طور پر کہ بینا آدمی کو احساس ہو جائے اور نابینا کو احساس نہ ہو سکے۔ چنانچہ حرفِ مضموم پر وقف بالإشمام کی صورت میں مدِ عارض کو دو، چار یا چھ حرکتوں کے بقدر کھینچا جائے گا، پھر آخری حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف ہلکا سا اشارہ کیا جائے گا، جیسے:- ﴿نَسۡتَعِينُ ، عَظِيمٌ﴾۔

امام حفص کی روایت کے مطابق قرآنِ کریم میں ایک جگہ درمیانِ کلمہ میں إشمام ہے اور وہ ﴿لَا تَأۡمَنَّا﴾[یوسف:۱۱] میں ہے، لہٰذا ﴿لَا تَأۡمَنَّا﴾ میں ہونٹوں سے اس نون کے ضمہ کی طرف اشارہ کیا جائے گا جو لکھنے کے اعتبار سے محذوف ہے، لیکن تلفظ کے اعتبار

سے اس نون کا دوسرے نون میں ادغام ہے، اور یہ اشارہ نون کو مکمل ساکن کرنے کے بعد کیا جائے گا۔

تنبیہ:- خاص طور پر رَوم اور إِشمام کو کسی ماہرِ فن سے سیکھنا چاہئے۔

ج) تآءِ تانیث رَوم اور إِشمام سے مستثنیٰ ہے (جبکہ اس پر ہآء کے ساتھ وقف کیا جاتا ہو)، جیسے:- ﴿ رَحْمَةٌ ، نِعْمَةٌ ﴾ چنانچہ اس میں نہ رَوم ہو گا، نہ إِشمام۔ لیکن اگر وقف لمبی تآء کے ساتھ ہو تو وہاں وقف بالروم اور وقف بالإشمام دونوں کر سکتے ہیں، جیسے:- ﴿ بَقِيَّتُ اللَّهِ ﴾ [ھود:۸۶]، ﴿ كَلِمَتُ رَبِّكَ ﴾ [الأنعام:۱۱۵]۔

د) یاد رہے کہ فتحہ کی حرکت میں نہ رَوم ہے، نہ إِشمام۔ کسرہ کی حرکت میں رَوم ہے إِشمام نہیں، اور ضمہ کی حرکت میں رَوم بھی ہے إِشمام بھی۔

(۲) ہمزۂ استفہام اگر لام تعریف (ال) سے پہلے آجائے، جیسے:- ﴿ ءَآلذَّكَرَيْنِ ﴾ [الأنعام:۱۴۳] ﴿ ءَآللَّهُ ﴾ [یونس:۵۹] ﴿ ءَآلْـَٔنَ ﴾ [یونس:۹۱] تو تمام قرّاء کے نزدیک اس میں دو صورتیں جائز ہیں:-

(۱) إِبدال　　　　(۲) تسهيل

أ) إِبدال:- یعنی ہمزۂ وصل کو مدِ طویل سے بدل کر چھ حرکتوں کے بقدر کھینچنا۔ اس وقت دو کلموں ﴿ ءَآلذَّكَرَيْنِ اور ءَآللَّهُ ﴾ میں اس کا حکم مدِلازم کلمی مثقل کی طرح ہو گا، اور ﴿ ءَآلْـَٔنَ ﴾ میں مدِلازم کلمی مخفف کی طرح ہو گا۔

ب) تسهيل :- یعنی دوسرے ہمزہ (ہمزۂ وصل) کو ہمزہ اور الف کے درمیان پڑھنا، جیسے:- ﴿ ءَاْلذَّكَرَيْنِ، ءَاْللهُ، ءَاْلْئٰنَ ﴾۔

ہمزۂ استفہام اور ہمزۂ وصل کا اجتماع چھ جگہوں میں ہوا ہے:-

۱ - ﴿ قُلْ ءَآلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ ٱلْأُنثَيَيْنِ ﴾ [الأنعام:۱۴۳]

۲ - ﴿ قُلْ ءَآلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ ٱلْأُنثَيَيْنِ ﴾ [الأنعام:۱۴۴]

۳ - ﴿ ءَآلْـَٔـٰنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِۦ تَسْتَعْجِلُونَ ۝٥١ ﴾ [یونس:۵۱]

۴ - ﴿ ءَآلْـَٔـٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ ﴾ [یونس:۹۱]

۵ - ﴿ قُلْ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ ﴾ [یونس:۵۹]

۶ - ﴿ ءَآللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ۝٥٩ ﴾ [النمل:۵۹]

ہمزۂ وصل کو باقی رکھنے کی وجہ:-

ہمزۂ استفہام سے شروع ہونے والے مذکورہ بالا کلمات میں ہمزۂ وصل کو اس لئے باقی رکھاجاتا ہے کہ اگر ہمزۂ وصل حذف کر دیا جاتا تو ایک باقی رہ جانے والے ہمزہ کے بارے میں شبہ ہوتا کہ آیا یہ ہمزۂ استفہام ہے یا ہمزۂ وصل؟ لیکن ہمزۂ وصل کو حذف نہ کر کے باقی رکھا گیا، تاکہ قاری کو بہ آسانی سمجھ میں آجائے کہ پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور دوسرا وصل کا۔

(۳) ﴿ وَلَوْ جَعَلْنَـٰهُ قُرْءَانًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا۟ لَوْلَا فُصِّلَتْ ءَايَـٰتُهُۥٓ ءَا۬عْجَمِىٌّ وَعَرَبِىٌّ ﴾ [فصلت:۴۴] میں کلمہ ﴿ ءَا۬عْجَمِىٌّ ﴾ کو امام حفص نے تسہیل کے ساتھ یعنی دوسرے ہمزہ کو ہمزہ اور الف کے درمیان پڑھا ہے۔ قرآنِ کریم میں تسہیل کی علامت کے طور پر دوسرے ہمزہ پر ایک بڑا نقطہ رکھ دیا گیا ہے۔

تنبیہ:- تسہیل کو ماہر قاری سے ادا کرتے ہوئے دیکھنے اور ان سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔

(۴) سبق نمبر (۱۶) میں گذر چکا ہے کہ ﴿ يَلْهَثْ ذَّٰلِكَ ﴾ [الأعراف:۱۷۶] میں ثاء کا ذال میں اور ﴿ يَٰبُنَيَّ ٱرْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٤٢﴾ ﴾ [هود:۴۲] میں باء کا میم میں ادغام ہوگا۔

(۵) سبق نمبر (۶) میں گذر چکا ہے کہ ﴿ يسٓ ﴿١﴾ وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْحَكِيمِ ﴿٢﴾ ﴾ [یس:۱ – ۲] اور ﴿ نٓ وَٱلْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴿١﴾ ﴾ [القلم:۱] میں نون کا اظہار ہوگا۔

(۶) ﴿ مَآ أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ ﴾ [الحاقة:۲۸–۲۹] میں ﴿ مَالِيَهْ ﴾ پر وقف بھی جائز ہے، اسلئے کہ اس پر آیت کا اختتام ہے اور ھآء کا ھآء میں ادغام بھی جائز ہے اور اس کو ادغام متماثلین کہا جائے گا، نیز اس میں اظہار بھی جائز ہے، البتہ اظہار اسی وقت متحقق ہوگا جبکہ سانس لئے بغیر ہلکا سا سکتہ کیا جائے۔

(۷) ﴿ فَمَآ ءَاتَىٰنِ ۦ ٱللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّآ ءَاتَىٰكُم ﴾ [النمل:۳۶] میں کلمہ ﴿ ءَاتَىٰنِ ۦ ﴾ بغیر یآء کے لکھا گیا ہے۔ امام حفص نے وصل میں یآء مفتوحہ کے اثبات کے ساتھ پڑھا ہے، اور وقف کی صورت میں یآء کو باقی رکھنا اور حذف کرنا دونوں جائز ہے، البتہ یآء کو باقی رکھنا زیادہ بہتر ہے۔

(۸) ﴿ وَٱللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤٥﴾ ﴾ [البقرة:۲۴۵] میں کلمہ ﴿ وَيَبْصُۜطُ ﴾ اور ﴿ وَزَادَكُمْ فِي ٱلْخَلْقِ بَصْۜطَةً ﴾ [الأعراف:۶۹] میں ﴿ بَصْۜطَةً ﴾ کو امام حفص نے سین کے ساتھ ایک ہی طریقہ پر شاطبیہ کے طریق سے پڑھا ہے۔

(۹) ﴿ أَمۡ عِندَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمۡ هُمُ ٱلۡمُصَيۡطِرُونَ ﴿٣٧﴾ ﴾[الطور:٣٧] میں کلمہ ﴿ ٱلۡمُصَيۡطِرُونَ ﴾ کو امام حفص نے شاطبیہ اور طیبہ کے طریق سے صٓ اور سٓ دونوں کے ساتھ پڑھاہے، اور حفص کی روایت میں دونوں صحیح ہے، البتہ صادٓ کے ساتھ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

(۱۰) ﴿ لَّسۡتَ عَلَيۡهِم بِمُصَيۡطِرٍ ﴿٢٢﴾ ﴾[الغاشیۃ:۲۲] میں کلمہ ﴿ بِمُصَيۡطِرٍ ﴾ کو امام حفص نے خالص صادٓ سے ایک ہی طریقہ پر شاطبیہ کے طریق سے پڑھاہے۔

(۱۱) ﴿ ۞ ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعۡدِ ضَعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضَعۡفًا وَشَيۡبَةً يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ ٱلۡعَلِيمُ ٱلۡقَدِيرُ ﴿٥٤﴾ ﴾[الروم:۵۴] میں کلمہ ﴿ ضَعۡفٍ ﴾ کو امام حفص نے ضادٓ کے فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھاہے اور حفص کی روایت میں شاطبیہ اور طیبہ کے طریق سے دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے، البتہ فتحہ کے ساتھ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

(۱۲) ﴿ بِسۡمِ ٱللَّهِ مَجۡرٜىٰهَا وَمُرۡسَىٰهَآ ﴾[ھود:۴۱] میں کلمہ ﴿ مَجۡرٜىٰهَا ﴾ کو امام حفص نے راءٓ کے بعد الفٓ کے امالۂ کبریٰ کے ساتھ پڑھاہے۔ یادرہے کہ امالہ میں راءٓ کو باریک پڑھنا ضروری ہے۔ امام حفص کی روایت میں اس کے علاوہ کہیں اور امالہ نہیں ہے۔

(۱۳) ﴿ يُضَٰعَفۡ لَهُ ٱلۡعَذَابُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَيَخۡلُدۡ فِيهِۦ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ ﴾[الفرقان:۶۹] میں کلمہ ﴿ فِيهِۦ ﴾ میں مدِ صلہ قصیرہ ہوگا اور یہ سبق نمبر (۹) میں گذر چکاہے۔

﴿ وَإِن تَشۡكُرُواْ يَرۡضَهُ لَكُمۡ ﴾[الزمر:۷] میں کلمہ ﴿ يَرۡضَهُ ﴾ میں ھاءٓ کو نہیں کھینچا جائے گا (ھاءٓ سے پہلے الفٓ محذوف کی رعایت کرتے ہوئے)، چونکہ الفٓ محذوف جوابِ شرط واقع ہونے کی بناپر مجزوم ہے۔

(۱۴) ﴿ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَـٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾ ﴾[الفتح:۱۰] میں

﴿ عَلَيْهُ ﴾ اور ﴿ وَمَآ أَنسَىٰنِيهُ إِلَّا ٱلشَّيْطَـٰنُ أَنْ أَذْكُرَهُۥ ﴾[الکھف:۶۳] میں

﴿أَنسَىٰنِيهُ ﴾ میں خیال رکھنا چاہئے کہ ھاءِ پر ضمہ ہے۔

نیز خیال رکھنا چاہئے کہ ﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخْشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ ﴿٥٢﴾ ﴾[النور:۵۲] میں ﴿ وَيَتَّقْهِ ﴾ میں قاف پر سکون اور ھاء پر کسرہ ہے بغیر مد کے۔

(۱۵) ﴿ الٓمٓ ﴿١﴾ ٱللَّهُ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَىُّ ٱلْقَيُّومُ ﴿٢﴾ ﴾[آل عمران:۱–۲] میں

﴿الٓمٓ ﴾ پر وقف کی صورت میں مدِ لازم حرفی مخفف ہونے کی وجہ سے مٓ کو چھ حرکتوں کے بقدر کھینچا جائے گا۔

اور ﴿الٓمٓ ﴾ کو لفظ ﴿ ٱللَّهُ ﴾ سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں آخری میمٓ کو فتحہ دیا جائے گا (اجتماعِ ساکنین کی بنا پر)، لہٰذا ﴿ مِيمَ ٱللَّهُ ﴾ پڑھا جائے گا۔ اِس صورت میں تمام قراء کے نزدیک مدِ طویل بھی جائز ہے، یعنی میمٓ کو چھ حرکتوں کے بقدر کھینچا جائے (اصل کی طرف نظر کرتے ہوئے)، اور مدِ قصیر بھی جائز ہے، یعنی دو حرکتوں کے بقدر کھینچا جائے (فتحہ کو عارضی مانتے ہوئے)۔

(۱۶) یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ ہمزۂ وصل وہ زائد ہمزہ ہے جس کے ذریعہ سے بعد والے ساکن حرف تک پہنچا جاتا ہے اور وصل کی حالت میں گر جاتا ہے، یعنی پڑھا نہیں جاتا، لیکن کلمہ کو شروع کرتے وقت ہمزۂ وصل کا پڑھنا ضروری ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سے بعد والے

ساکن حرف تک پہنچا جاسکے، کیونکہ عرب حضرات ساکن سے ابتدا نہیں کرتے اور متحرک پر وقف نہیں کرتے، لہٰذا ہمزۂ وصل سے ابتدا کے طریقوں کو ضرور جان لینا چاہئے:-

أ) اگر فعل ماضی خماسی کا ہمزہ ہو جیسے:- ﴿ اُعْتَدَىٰ ، اَقْتَرَبَ ﴾ یا ماضی سداسی کا ہمزہ ہو جیسے:- ﴿ اَسْتَسْقَىٰ ، اَسْتَطْعَمَآ ﴾ یا ثلاثی میں فعل امر کا ہمزہ ہو جیسے:- ﴿ اَخْرُجْ ، اَضْرِبْ ﴾ یا خماسی میں فعل امر کا ہمزہ ہو جیسے:- ﴿ اَنتَهُوا ، اَنطَلِقُوٓا ﴾ یا سداسی میں فعل امر کا ہمزہ ہو جیسے:- ﴿ اَسْتَغْفِرْ ، اَسْتَهْزِءُوٓا ﴾ تو کلمہ کے تیسرے حرف کو دیکھنا چاہئے۔ اگر تیسرا حرف مکسور یا مفتوح ہو تو ہمزۂ وصل مکسور پڑھا جائے گا جیسے:- ﴿ إِعْتَدَىٰ، إِضْرِبْ ﴾ اور اگر تیسرا حرف مضموم ہو تو ہمزۂ وصل مضموم پڑھا جائے گا جیسے:- ﴿ أُخْرُجْ ، أُسْكُتْ ﴾

ب) مصدر خماسی کا ہمزہ ہو جیسے:- ﴿ اَفْتِرَاء ، اِنْتِقَام ﴾ یا مصدر سداسی کا ہمزہ ہو جیسے:- ﴿ اِسْتِغْفَار ، اِسْتِكْبَار ﴾ تو ہمزۂ وصل ابتدا کے وقت مکسور پڑھا جائے گا۔

ج) اَلف لام تعریف (ال) کا ہمزہ مفتوح پڑھا جائے گا جیسے:- ﴿ اَلرَّحْمَٰنُ ، اَلشَّمْسُ ﴾۔

د) اسماء کا ہمزہ مکسور ہو گا جیسے:- ﴿ ابْنٌ، ابْنَةٌ، امْرُؤٌ ، اثْنَانِ ، اثْنَتَانِ ، اسْمٌ ﴾۔

ہ) مندرجہ ذیل کلمات میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان میں تیسرے حرف پر ضمہ عارضی ہے، چونکہ ﴿ اَقْضُوٓا، اَبْنُوا ، وَاَمْضُوا، اَمْشُوا ، اَئْتُوا ﴾ دراصل ﴿ اِقْضِيُوا، اِبْنِيُوا، اِمْضِيُوا ، اِمْشِيُوا اور اِئْتِيُوا ﴾ تھے۔ حرفِ علت یؔ کو حذف کر دیا گیا اور یؔ سے پہلے حرف پر واؔو کی مناسبت سے ضمہ کی حرکت آگئی، ورنہ حقیقت میں یؔ سے پہلے حرف پر ضمہ نہ تھا، بلکہ کسرہ تھا اور ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ فعلِ امر میں تیسرے حرف پر فتحہ یا

کسرہ ہونے کی صورت میں ہمزۂ وصل مکسور ہو گا، لہٰذا اِن تمام کلمات میں ہمزۂ وصل کو مکسور پڑھنا ضروری ہے۔

و) ﴿ وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ٱئْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّيٓ ﴾[التوبۃ:۴۹] ﴿ فَلْيُؤَدِّ ٱلَّذِى ٱؤْتُمِنَ أَمَٰنَتَهُۥ ﴾[البقرۃ:۲۸۳] اوران جیسی آیات میں کلمات ﴿ ٱئْذَن، ٱؤْتُمِنَ، ٱئْتِ ، ٱئْتُونِي ﴾ سے ابتدا کی صورت میں دو ہمزہ جمع ہو جاتے ہیں، پہلا متحرک، دوسرا ساکن، لہٰذا دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے مناسب حرفِ مد سے بدلنا واجب ہے۔ چنانچہ پہلے ہمزہ کی حرکت اگر کسرہ ہو تو کسرہ کے مناسب یٓ ہے، لہٰذا دوسرے ہمزہ کو یٓ سے بدل دیا جائے گا اور ﴿ إِيذَن ، إِيتِ ، إِيتُونِي ﴾ پڑھا جائے گا۔

ایسے ہی اگر پہلے ہمزہ کی حرکت ضمہ ہو تو ضمہ کے مناسب واؔو ہے، لہٰذا دوسرے ہمزہ کو واؔو سے بدل دیا جائے گا اور ﴿ أُوتُمِنَ ﴾ پڑھا جائے گا۔

(۱۷) ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کے تمام صفات کی رعایت کرنا انتہائی ضروری ہے، خاص طور پر جب کوئی حرف ساکن ہو اور وہاں ادغام نہ ہو، لہٰذا میمؔ ساکن کے بعد اگر واؔو یا فاؔء آ جائے ، یا ضاؔد کے بعد طاؔء یا تاؔء آ جائے تو خوب اظہار کرنا چاہئے ، جیسے :- ﴿ مِيثَٰقَكُمْ وَرَفَعْنَا مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم ٱضْطُرَّ أَفَضْتُم ﴾ چونکہ یہاں ادغام نہیں ہے۔

مذکورہ تنبیہات کے دوران لفظ "شاطبیہ" اور "طیبہ" کا ذکر کئی بار آیا ہے۔
لہٰذا اس کو جان لینا چاہیئے۔

شاطبیّہ:-

یہ حِرْزُ الْأَمَانِيْ وَوَجْهُ التَّهَانِيْ فِي الْقِرَاءَاتِ السَّبْعِ کا منظومہ ہے۔اس میں گیارہ سو تہتر (۱۱۷۳) اشعار ہیں۔اس کو شاطبیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کو قاسم بن فیُّرہ الشاطبی الرعینی الضریر (پیدائش ۵۳۸ھ وفات ۵۹۰ھ) نے منظوم کیا ہے۔ یہ منظومہ در اصل قراءات سبعہ کی تمام صورتوں اور اصولوں کا وہ خلاصہ ہے جس کو اَبو عمرو الدانی نے اپنی کتاب (کِتَابُ التَّيْسِيْرِ) میں بیان فرمایا ہے۔

طیّبہ:-

یہ طَیِّبَةُ النَّشْرِ فِي الْقِرَاءَاتِ الْعَشْرِ کا منظومہ ہے۔ اس کو محمد بن محمد الجزری الدمشقی (پیدائش ۷۵۱ھ وفات ۸۳۳ھ) نے منظوم کیا ہے۔ یہ بھی شاطبیہ کی طرح قراءاتِ عشرہ کی تمام صورتوں اور اصولوں کا وہ خلاصہ ہے جس کو خود امام جزری نے اپنی کتاب (کِتَابُ النَّشْرِ فِي الْقِرَاءَاتِ الْعَشْرِ) میں بیان فرمایا ہے۔

قرآن کی قراءتوں کے جامع شخص کے لئے قرآنِ کریم حفظ کرنے کے بعد ان دونوں منظوموں کا یاد کرلینا ضروری ہے، پھر کسی مُجَوِّد اور ماہرِ فن استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا چاہیئے، تاکہ ایک بہترین قاری اور کامیاب استاذ بن سکے۔

بعض قراءتوں کو دونوں منظوموں کو حفظ کئے بغیر بھی علمائے تجوید و قراءت سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

خاتمہ

پانچ سکتوں اور سات الفوں کے بیان میں

قاری کو چاہیئے کہ مندرجہ ذیل چار کلموں میں قراءت جاری رکھنے کی نیت سے سانس توڑے بغیر ہلکا سا سکتہ کرے، اور پانچویں کلمہ پر وقف، سکتہ اور ادغام تینوں جائز ہے:-

(۱) ﴿وَلَمْ يَجْعَل لَّهُۥ عِوَجَاۜ ۝١ قَيِّمًا﴾ [الکھف:۱ – ۲]

(۲) ﴿مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَاۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ ٱلرَّحْمَٰنُ﴾ [یس: ۵۲]

(۳) ﴿وَقِيلَ مَنْۜ رَاقٍ ۝٢٧﴾ [القیامۃ: ۲۷]

(۴) ﴿كَلَّاۖ بَلْۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ۝١٤﴾ [المطففین:۱۴]

(۵) ﴿مَالِيَهْۜ ۝٢٨ هَلَكَ عَنِّى سُلْطَٰنِيَهْ ۝٢٩﴾ [الحاقۃ:۲۸ – ۲۹]

مندرجہ ذیل کلمات میں الف کو لکھنے اور وقف کی صورت میں باقی رکھنا اور وصل کی صورت میں حذف کرنا واجب ہے:-

(۱) أَنَا ضمیر متکلم کا الف۔ قرآن میں جہاں بھی آئے۔

(۲) ﴿لَّٰكِنَّا۠ هُوَ ٱللَّهُ رَبِّى﴾ میں ﴿لَّٰكِنَّا۠﴾ کا الف [الکھف:۳۸]

(۳) ﴿وَتَظُنُّونَ بِٱللَّهِ ٱلظُّنُونَا۠ ۝١٠﴾ میں ﴿ٱلظُّنُونَا۠﴾ کا الف [الأحزاب:۱۰]

(۴) ﴿وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا۠ ۝٦٦﴾ میں ﴿ٱلرَّسُولَا۠﴾ کا الف [الأحزاب:۶۶]

(۵) ﴿فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا۠ ۝٦٧﴾ میں ﴿ٱلسَّبِيلَا۠﴾ کا الف [الأحزاب:۶۷]

(۶) ﴿كَانَتْ قَوَارِيرَا۠ ۝١٥﴾ میں ﴿قَوَارِيرَا۠﴾ کا الف [الإنسان:۱۵]

(۷) ﴿إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ سَلَٰسِلَا۟﴾ میں ﴿سَلَٰسِلَا۟﴾ کا الف [الإنسان:۴]

البتہ ﴿سَلَٰسِلَا۟﴾ میں لام کو ساکن کرکے وقف کرنا بھی جائز ہے، جیسے:- ﴿سَلَاسِلْ﴾

☆☆☆☆☆